رُوداد

حوزۂ نقشبندیہ

(۲۰۰۴_۲۰۰۵ء)

مرتبہ

محمّد عالم مختارِ حق

(سیکرٹری حوزۂ نقشبندیہ)

حوزۂ نقشبندیہ کاشانہ شیرِ ربانی۔ مکان نمبر ۵۔ اجمیری سٹریٹ ہجویری محلہ دربار داتا گنج بخش لاہور

Marfat.com

رُوداد

حوزۂ نقشبندیہ

(۲۰۰۴-۲۰۰۵ء)

◎

مرتبہ
مُحمّد عالم مُختارِ حق
(سیکرٹری حوزۂ نقشبندیہ)

◎

حوزۂ نقشبندیہ کاشانہ شیر ربانی مکان ۵-اجمیری سٹریٹ ہجویری محلہ دربار داتا گنج بخش لاہور

Marfat.com

سلسلہ مطبوعات حوزۂ نقشبندیہ-۳

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	:	روداد حوزۂ نقشبندیہ
مرتب	:	محمد عالم مختار حق
کمپوزنگ	:	راشد محمود
مطبع	:	شفیق احمد شاکر پرنٹر کچا رشید روڈ دربار حضرت داتا گنج بخش لاہور
اشاعت اول	:	رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ/اکتوبر ۲۰۰۶ء
تعداد	:	۱۰۰۰
صفحات	:	۴۸

ناشر

حوزۂ نقشبندیہ کاشانہ شیر ربانی مکان نمبر 5، اجمیری سٹریٹ، ہجویری محلہ دربار داتا گنج بخش لاہور۔

فون: 42-7313356, 0498-591054, 0300-4243812

www.sher-e-rabbani.com

www.mujaddidalifsani.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہست دوائے مرض ہر سقیم

روداد حوزۂ نقشبندیہ

(مولانا محمد اعظم نوشاہی میروالی)

حوزۂ نقشبندیہ کا قیام حضرت فخر المشائخ صاحبزادہ میاں جمیل احمد نقشبندی مجددی مدظلہ العالی کی مساعی جمیلہ سے اپریل ۲۰۰۳ء میں عمل میں آیا۔ حضرت میاں صاحب کا معمول رہا کہ وہ جمعۃ المبارک کے روز سعید لاہور تشریف فرما ہوتے اور پروفیسر محمد اقبال مجددی کی قیام گاہ سبزہ زار یا چودھری خوشی محمد کے دفتر ۱۹۸ ملتان روڈ پر حوزۂ نقشبندیہ کی مجلس عاملہ کے اراکین (مجددی صاحب، راقم اور محمد معروف) کی مختصر نشست ہوتی جس میں حوزۂ نقشبندیہ کے مستقبل کے لیے مختلف امور اور تجاویز پر غور و فکر ہوتا۔ چنانچہ اس سال حوزۂ نقشبندیہ کے تحت جو مشاورتی نشستیں اور جو اجلاس انعقاد پذیر ہوئے ان کی پہلی روداد چھاپ کر مورخہ ۱۹ اپریل ۲۰۰۴ء کو یوم مجدد الف ثانی کے مبارک موقع پر حاضرین میں تقسیم کی گئی۔ اور یوں ۲۰۰۳ء بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔ ۲۰۰۵ء کے ماہ فروری کی ابتدا میں حوزۂ نقشبندیہ کی طرف سے دوسری پیش کش ''لطائف المدینہ'' کا علمی ارمغان تھا جو اہل علم حضرات اور میاں صاحب سے وابستگان کی خدمت میں ہدیۃً پیش کیا گیا۔ ''لطائف المدینہ'' کیا ہے، یہ جاننے کے لیے ایک سرسری سا خاکہ مع پس منظر ہدیۂ قارئین کرام کیا جاتا ہے[1]۔

''روداد حوزۂ نقشبندیہ برائے ۲۰۰۳ء کی نشست ششم کی کارروائی کے ضمن میں پروفیسر محمد اقبال مجددی نائب صدر حوزہ نے بیان کیا تھا کہ ''میں نے ایک خطی نسخہ ایڈٹ کیا ہے جو ان شاء اللہ حوزہ کی جانب سے جلد اشاعت پذیر ہوگا۔'' ناظرین کرام! مثل مشہور ہے کہ ''الکریم اذا وعد وفاہ'' الحمد للہ کہ مجددی صاحب نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور وہ مخطوطہ جس کا نام ''لطائف المدینہ'' ہے اب مطبوعہ صورت میں ہمارے سامنے ہے اور یہ مجدد صاحب علیہ الرحمۃ کے صاحبزادے خواجہ محمد سعیدؒ کے احوال و آثار بالخصوص سفر حرمین شریفین کی تفاصیل پر مشتمل ہے۔ جسے ان کے صاحبزادہ شیخ عبد الاحد وحدت نے ۱۰۶۸ھ میں مدینہ منورہ میں مرتب کیا۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ اسے پروفیسر محمد اقبال مجددی نے دریافت کیا اور اسے قابل اشاعت بنانے کے لیے مقدمہ میں مصنف کے

[1] ''روداد حوزۂ نقشبندیہ'' اور لطائف المدینہ پر اہل علم کے تاثرات (ضمیمہ ۱) میں مطالعہ فرمائیں۔

حالات مع تعارف تصانیف اور اس وقت کے سیاسی پس منظر پر روشنی ڈالی ہے۔ کتاب چونکہ عربی زبان میں ہے لہٰذا اردو دان طبقہ کے استفادہ واستفاضہ کی خاطر اردو میں اس کا ملخص بھی پیش کر دیا ہے۔ مرتب کی تعلیقات نے کتاب کی قدر میں مزید اضافہ کیا ہے۔ مرتب نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ بعض دانشوروں کی بے احتیاطی سے اس شخصیت سے جو بعض غلط روایات منسوب کی گئی تھیں ان کا رد بھی بدلائل قاطعہ کیا گیا ہے اور اس طرح غبار آلود روایات کو چھان پھٹک کر منقح صورت میں پیش کر دیا ہے۔ سچ ہے:
''ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند''۔

کتاب ''لطائف المدینہ'' سے چونکہ علمی دنیا پہلی مرتبہ روشناس ہو رہی ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی محتویات پر ایک نظر ڈال لی جائے۔ لطائف المدینہ کی کل کائنات پانچ مقالات اور ایک خاتمہ ہے، تفصیل درج ذیل ہے:

مقالۂ اول: حضرت خواجہ محمد سعید کے نسب نامہ، آپ کے مشائخ طریقت سے انتساب اور آپ کی حدیث مصافحہ کی اسناد

مقالۂ دوم: ان بشارات کا ذکر جو مجدد الف ثانی نے خواجہ محمد سعید کے بارے میں ارشاد فرمائیں۔

مقالۂ سوم: خواجہ محمد سعید کے وہ مکاتیب شریفہ جن میں بعض آیات کریمہ کی تاویلات فرمائی گئیں۔

مقالۂ چہارم: ان اسرار غامضہ کا بیان جو سفر حرمین الشریفین کے دوران مصنف نے خواجہ محمد سعید کی زبان مبارک سے سماعت فرمائے۔

خاتمہ: ختم خواجگان پڑھنے کا طریقہ

ان مقالات میں سے مقالہ رابع اس حوالہ سے قابل ذکر ہے کہ اس میں عالم بیداری میں سفر حرمین الشریفین کے درمیان جن اصحاب کے مزارات کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور وہاں سے جو روحانی فتوحات ارزانی ہوئیں یا جن بشارات سے نوازے گئے ان کا ذکر جیسے:

ا: کعبۂ حسنا کا اپنے مقام سے چل کر آپ کے استقبال کو آنا۔
ب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عمرؓ کی معیت میں زیارت۔

Marfat.com

ج: خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، خواجہ محمد ہاشم کشمی بدخشی صاحب زبدۃ المقامات وخلیفہ حضرت مجدد صاحب، مجد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس المحیط، شیخ تاج الدین سنبھلی خلیفہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی ارواحِ مقدسہ کا عالم مثال میں متشکل ہوکر بہ لباس بشری بطور کرم نوازی حضرت خواجہ محمد سعید کے استقبال کو آنا۔

غرض کتاب ہذا خواجہ محمد سعید کے گوناگوں مشاہدات وفتوحات روحانیہ کی دلچسپ روداد ہے جس کے مطالعہ سے قلب ونظر کو یک گونہ سرور وانبساط حاصل ہوتا ہے[1]"۔

۲۰۰۴ء میں بھی میاں صاحب کے معمولات میں فرق نہیں آیا اور وہ باقاعدہ ہفتہ میں ایک بار (بالعموم بروز جمعۃ المبارک) تشریف لاتے رہے، البتہ ۲۰۰۵ء میں ۱۱ مئی کے بعد یہ باقاعدگی تعطل کا شکار ہوگئی۔ میاں صاحب پہلے دانت کے درد میں اور بعد میں کمر کے عارضہ میں مبتلا ہوگئے اور یوں ان کی ہفت روزہ نشست کا سلسلہ جاری نہ رہ سکا سوائے دو تین مواقع کے جن کا ذکر اپنے مقام پر آئے گا۔ اور کام جہاں تھا وہیں رک گیا۔ اسی سبب ۲۰۰۴ء کی کارکردگی کا سالانہ جائزہ بروقت پیش نہ کیا جاسکا۔ اب دونوں سالوں (۲۰۰۴-۰۵ء) کی روداد شائع کی جارہی ہے اس میں ہفتہ وار نشستوں میں سے صرف گنتی کی چند نشستوں کا مختصر اذکر کیا گیا ہے جن میں حوزہ سے متعلق کوئی پہلو زیر غور آیا۔

آیئے صاحبان بسم اللہ پڑھ کر اب روداد کا مطالعہ کیجیے اور میاں صاحب کے حق میں بہ صمیم قلب بارگاہ خداوندی میں دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ وعاجلہ سے نوازے، اور انہیں تادیر سلامت باکرامت رکھے۔ تاکہ وہ اپنی جہتیات اپنے مشن کو کامیابی سے ہمکنار کرسکیں آمین بجاہ نبی الامین!۔

یارب ایں آرزوئے مراچہ خوش است تو زود مرا بایں آرزو برساں

لاہور۔ یکم اکتوبر ۲۰۰۶ محمد عالم مختار حق

(سیکرٹری حوزۂ نقشبندیہ)

---

[1] یہاں اس بات کا اعلان بھی ضروری الاظہار ہے کہ اسی سال ہمارے نامہ ناز محقق پروفیسر محمد اقبال مجددی کا معرکہ آرا کارنامہ اور ان کے برسوں کی تحقیق وکاوش کا نتیجہ "مقاماتِ معصومی" (چہار جلد) ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور سے بابِ دنیا منصہ شہود پر جلوہ گر ہوچکی ہے، ہم اراکین حوزۂ نقشبندیہ ان کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں۔

Marfat.com

۱۴فروری ۲۰۰۱ء

بعض احباب کی تجویز تھی کہ ''حوزۂ نقشبندیہ'' اردو میں غیر مانوس ترکیب ہے اس کے بجائے ''مرکز تحقیقات'' نام رکھا جائے۔ راقم نے کہا کہ مرکز کے نام سے کئی ادارے ملک میں کام کر رہے ہیں، بے شک حوزہ نیا لفظ ہے اور زیادہ تر فارسی میں مستعمل ہے مگر ہمیں اسے اردو میں اپنا کر اہل علم میں اسے متعارف کرانا چاہیے نہ کہ اسے بدل ہی دیں۔ پھر یہ کہ ہم شروع سے خط کتابت اسی نام سے ہی کرتے آرہے ہیں، لہٰذا اسے برقرار رکھا جائے۔ چنانچہ اسی کو پسند کیا گیا اور فیصلہ ہوا کہ ''حوزۂ نقشبندیہ'' ہی نام رہے گا۔

۲۱فروری ۲۰۰۱ء

میاں صاحب گزشتہ ہفتہ سفر میں رہے۔ اسلام آباد گئے، پھر پشاور، بھیرہ، سرگودھا وغیرہ کا چکر بھی کاٹا۔ میاں صاحب نے روداد سفر بیان کرتے ہوئے بتایا کہ سرگودھا میں ان کے ایک نیازمند نے اپنی آبادی کا نام میاں صاحب سے عقیدت کی بناپر ''جھوک شیر ربانی'' رکھا ہے۔ اس ملاقات میں پروفیسر محمد اقبال مجددی بھی موجود تھے۔ انہوں نے ''مقامات معصومی'' میں سے خواجہ محمد معصوم کے سفر حج کے دوران مزارات کی حاضری بالخصوص مزار حضرت مجدد پر حاضری کے وقت انوار مزار کی گنبد خضرا ی کے انوار سے مشابہت کا واقعہ سنایا۔ اس محفل میں انہوں نے ''لطائف المدینہ'' کی اشاعت کا ذکر بھی کیا۔

۲۷فروری ۲۰۰۱ء

مجددی صاحب کی قیام گاہ پر آج کی مجلس کم وبیش ڈھائی گھنٹہ تک جاری رہی جس میں حوزۂ نقشبندیہ کی روداد کے متعلق شق وار بحث ہوئی۔ پھر بات چل نکلی کہ اصحاب اہل علم کی فہرست مرتب کی جائے اور ان سے روابط کر کے حوزۂ نقشبندیہ کے کام کو آگے بڑھایا جائے۔ میاں صاحب نے کتاب کرامات اہل حدیث کے حوالے سے یہ بھی انکشاف کیا کہ ۱۹۱۰ء میں جب حضرت ضیاء معصوم صاحب (مرشد امیر حبیب اللہ خاں شاہ کابل) پٹیالہ تشریف لائے تو انہوں نے سرہند جانے کے لیے قاضی سلمان منصور پوری (اہلحدیث) کو اپنے ساتھ لے لیا حضرت ضیاء معصوم جب روضہ حضرت مجدد الف ثانی پر مراقبہ کے لیے بیٹھے تو قاضی جی نے دل میں کہا کہ شاید ان بزرگوں نے آپس میں کوئی راز کی بات کہنی ہو ان سے الگ ہو جانا چاہیے۔ ابھی آپ اپنے جی میں یہ خیال لے کر اٹھے ہی تھے کہ حضرت مجدد الف ثانی نے آپ کو ہاتھ سے پکڑ لیا اور فرمایا کہ سلیمان

بیٹھے رہو ہم کوئی بات تجھ سے راز میں نہیں رکھنا چاہتے۔

میاں صاحب نے ملک حسن علی شرقپوری (اہلحدیث) کے متعلق بتایا کہ وہ سنی تھے مگر ہمارے مقابلے میں اہلحدیث بن گئے۔ ان کی والدہ گیارہویں شریف کا باقاعدہ ختم دلایا کرتی تھی۔ میاں صاحب نے ملک صاحب کی زبانی یہ واقعہ بھی سنایا کہ ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں چونڈہ کے محاذ پر میاں شیر محمدؒ کی ڈیوٹی تھی جب کہ لاہور کا محاذ حضرت داتا گنج بخشؒ کے سپرد تھا۔ میاں صاحب نے مزید بتایا کہ پروفیسر محمد اسلم نے ایک مرتبہ گلہ کیا کہ آپ نے یوم مجدد پر کبھی مجھ سے تقریر نہیں کروائی۔ میاں صاحب نے کہا کہ تم وہابی ہو، اس لیے تمہیں دعوت نہیں دی جاتی۔ انہوں نے کہا کہ "آپ بلائیں تو سہی، میں تمہارے والی ہی تقریر کروں گا۔"

مجددی صاحب نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ "تکمیل الایمان" از شیخ عبدالحق محدث دہلوی پختہ عقیدہ کی کتاب ہے، اس کا حوزہ کی جانب سے اردو ترجمہ شائع کرنا چاہیے کہ انہوں نے یہ تجویز بھی پیش کی کہ "مکتوبات مجدد الف ثانی" کے درس کا اہتمام نہ ہو سکے تو کم از کم سماعت کا ہی بندوبست کیا جائے۔

۱۰ مارچ ۲۰۰۲ء

روداد کا مسودہ مجددی صاحب کو نظر ثانی کی خاطر ان کے سپرد کیا۔ ان کی تجویز ہے کہ چھپنے کے بعد اس کی چالیس پچاس کاپیاں لائبریریوں کے لیے جلد کرالی جائیں تا کہ یہ مستقل طور پر محفوظ رہیں۔ انہوں نے یہ بھی تجویز پیش کی کہ روداد کا سرورق جامعات کی کتابوں اور رسالوں کی طرح سادہ ہونا چاہیے، بیل بوٹے یا کسی مزار کی تصویر سے مزین نہیں ہونا چاہیے چنانچہ یہی طے ہوا۔

۱۹ اپریل ۲۰۰۲ء

آج کی نشست میں ۱۹ اپریل کو منایا جائے والے یوم مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی تفصیلات طے کی گئیں جس میں مدعوئین و مقررین کے ناموں کا انتخاب، جلسہ گاہ کا تعین اور وقت انعقاد جلسہ طے ہوا۔ اس موقع پر گزشتہ سال کی روداد حوزہ نقشبندیہ بھی حاضرین میں تقسیم کی جائے گی۔

یوم حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ

آج مورخہ ۱۹ اپریل بوقت سہ بجے دوپہر یوم مجدد الف ثانی کا انعقاد حسب پروگرام بمقام ۱۹۸ ملتان روڈ بالمقابل بابر ہوٹل (دفتر حاجی خوشی محمد) میں منعقد ہوا۔ صدارت کے فرائض صاحبزادہ میاں جمیل احمد مدظلہ نے ادا کیے جب کہ نقابت کی ذمہ داری مولانا محمد تابش قصوری

(استاد جامعہ نظامیہ لاہور) کو سونپی گئی۔ جلسہ کا افتتاح مولوی احمد علی (مدیر ہفت روزہ "مجدد") کی تلاوت قرآن مجید سے ہوا جس کے بعد مولانا تابش صاحب نے تبرکاً ہدیہ نعت بحضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پیش کیا یہ نعت موصوف ہی کی تصنیف ہے جسے یہاں بھی من وعن نقل کیا جاتا ہے:

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

رہے پیشِ نظر ہر دم میرے روضہ محمد کا
خدایا مجھ کو دکھلا دے کبھی جلوہ محمد کا
یہی ہے آرزو دل کی یہی میری تمنا ہے
رہوں میں دیکھتا پیہم رخ زیبا محمد کا
نہ جنت کی مجھے حسرت نہ مال و زر کا طالب ہوں
الٰہی میرا منشا ہے دکھا چہرہ محمد کا
اسے کیا حاجت دنیا، اسے کیا خوف محشر کا
جو جان و دل سے عاشق ہوگیا بندہ محمد کا
محمد سرِ وحدت ہیں، محمد رازِ فطرت ہیں
خدائی میں ہے جاری بالیقیں سکہ محمد کا
بیاں اوصاف تابشؔ کیا کرے کوئی محمد کے
ہے جب مدحت سرا مدحت سرا اللہ محمد کا

اس کے بعد مولانا تابش صاحب ہی نے مختصراً افتتاحی کلمات یوں ادا کیے:

"گرامی قدر حضرات! تحریک مجددیہ کے بانی حضرت الحاج میاں جمیل احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ عرصہ دراز سے جگہ جگہ عرس کا اہتمام کر رہے ہیں، ساتھ ہی ساتھ آپ نے قلمی محاذ پر حضرت مجدد الف ثانی پر جو آج تک کام کیا ہے اس کی نشر و اشاعت میں حصہ لے رہے ہیں جو اہل علم و فضل سے پوشیدہ نہیں۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ماہنامہ "نور اسلام" شرقپور شریف جو تقریباً پچاس سال سے باقاعدگی سے جاری ہے اور کسی رسالے کا اتنا عرصہ باقاعدگی سے نکلتے رہنا یہ بھی ایک عزیمت کی نشانی ہے۔ بڑے بڑے بحران آئے مگر الحمد للہ حضرت شیر ربانی کی خصوصی نگاہ کے صدقے نور اسلام آج تک جاری و ساری ہے اور ان شاء اللہ جاری رہے گا۔ یوں تو نور اسلام کا ایک مقام ہے مگر خصوصیت سے نور اسلام کے جو نمبر منصہ شہود پر جلوہ گر ہوئے ان میں حضرت

Marfat.com

شیر ربانی کے احوال و مقامات پر ایک ضخیم نمبر سب سے پہلے شائع ہوا۔ اس کے بعد ''اولیائے نقشبند نمبر'' شائع ہوا اور اس کے بعد حضرت مجدد الف ثانی کی ذات بابرکات پر عظیم و ضخیم نمبر تین جلدوں میں شائع ہوا۔ ان نمبروں میں لکھنے والے پروفیسر حضرات، محقق حضرات اور صاحب علم وفضل خاص مقام رکھتے ہیں۔ یہ نمبر آج بھی تاریخی حیثیت رکھتے ہیں خصوصی طور پر امام اعظم نمبر جس دور میں شائع کیا گیا اس دور میں پاکستان کے اکثر کتب خانوں میں امام اعظم کی سیرت پر کوئی کتاب نہیں ملتی تھی۔ امام اعظم نمبر بڑی تحقیق اور آن بان سے جلوہ گر ہوا۔ صاحبان علم وفضل نے اسے حرزِ جاں بنایا، اخبار و رسائل نے بڑے جاندار تبصرے کیے اور آج وہ نمبر اتنا مقبول ہے کہ کئی ادارے اسے کتاب کی صورت میں شائع کرتے آرہے ہیں جس پر حضرت میاں صاحب نے کسی قسم کی رائلٹی وغیرہ کا کبھی مطالبہ نہیں کیا بلکہ ناشرین کو عام اجازت دی کہ مکتبہ نور اسلام شرقپور شریف کی طرف سے جو کتابیں شائع ہوئی ہیں، جو چاہے شائع کرے، ہمارا مشن ان کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ہے۔ الحمد للہ مجدد الف ثانی نمبر بھی اتنا مقبول ہوا کہ کئی ادارے اسے کتاب کی صورت میں شائع کر رہے ہیں۔ آج کی تقریب بھی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حضور نذرانۂ عقیدت ومحبت پیش کرنے کے لیے منعقد کی جارہی ہے جناب چودھری خوشی محمد صاحب کی بھی سعادت اور خوش بختی ہے کہ ان کے اس کاشانہ میں حضرت مجدد الف ثانی کے متعلق روح پرور بیان ہورہے ہیں، آپ کی سیرت، اور آپ کے احوال پر روشنی ڈالی جارہی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی نے اکبر کے دین الٰہی کے ابطال میں جو تحریک چلائی اسے رب العلمین نے پوری دنیا میں قبولیت سے بہرہ ور فرمایا۔ آج بھی عالم اسلام میں جہاں کہیں جہاد کی تحریکیں جاری ہیں، ان میں حضرت مجدد الف ثانی کی روح کارفرما ہے، چیچنیا اور دیگر مقامات پر جو مجاہد مصروف جہاد ہیں وہ حضرت مجدد الف ثانی کے فیوض وبرکات کا ہی ثمرہ ہے۔ امام شامل کی جہاد کی تحریک آج بھی جاری ہے اور ان شاء اللہ ایک دن یہ تحریک کامیابی کی صورت میں ظہور پذیر ہوگی اور چیچنیا ہی نہیں بلکہ پورا علاقہ جہاں جہاں حضرت مجدد الف ثانی کا نام ہے، مسلمانوں کے زیر انتظام آئے گا۔''

بعد میں آنے والے حضرات کے خطابات بھی ریکارڈ کر لیے گئے تھے جنہیں صفحہ قرطاس پر منتقل کیا گیا ہے۔ یہ کام خاصہ کٹھن اور صبر آزما تھا مگر برخوردار محبوب عالم سلمہ کی معاونت سے یہ کام میرے لیے آسان ہوگیا۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ تقریر چونکہ فی البدیہہ کی جاتی ہے اور اس پر نظر

Marfat.com

ثانی کا موقع نہیں ملتا، اور بعض اوقات مقرر اپنی بات کی توضیح کے لیے کسی اور طرف رخ کر لیتا ہے اور پھر گھوم پھر کر اپنے موضوع کی طرف لوٹ آتا ہے۔ یہی بات ان خطابات میں بھی نظر آتی ہے۔ بالخصوص ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب کے خطاب میں، آپ کی تقریر میں سیاسی رنگ غالب نظر آتا ہے جس میں مسلمانوں کی بے بسی کو بیان کیا گیا ہے۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ موصوف کی تقریر "کما ہُوَ" کے مصداق بلاقطع و برید آپ تک پہنچا دی جائے۔ آپ اس میں "مضمونیت" تلاش نہ کریں، اسے خطابت کے رنگ ہی میں لیں۔ آیئے اب باری باری مقرر حضرات کی تقاریر سماعت فرمائیں۔

پروفیسر محمد اقبال مجددی

میری تقریر کا عنوان ہے:

علامہ سید سلیمان ندوی کے حضرت مجدد الف ثانی پر اعتراض کا جواب

علامہ سید سلیمان ندوی (ف ۱۹۵۳ء) دورِ آخر کے اکابر علماء میں سے تھے وہ ایک دل آویز شخصیت کے مالک اور اس درجہ کے عالم تھے کہ ان کا تعارف مجھ جیسا بے علم کروانے سے قاصر ہے، سیرۃ مبارکہ پر ان کی لکھی ہوئی کتاب اردو میں ہونے کے باوجود شہرۂ آفاق ہے۔

علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم سے متعلق ایک اہم بات کہنے اور وضاحت کرنے کی ضرورت ہے کہ ایک مرتبہ قیامِ پاکستان سے پہلے علامہ صاحب سرہند شریف کے قریب بستی ملک حیدر (بسی) گئے وہ ایک دعوت کا موقع تھا ان کے ہمراہ دوسرے علماء بھی تھے جن میں مولانا آزاد سبحانی قابلِ ذکر ہیں۔ دعوت سے فراغت کے بعد سرہند شریف جا کر روضہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کی زیارت کا پروگرام بنا، مزار کے احاطہ میں پہنچ کر سب احباب مزار شریف کی زیارت کے لیے جانے لگے تو علامہ سید سلیمان ندوی نے کہا کہ میں اندر نہیں جاؤں گا کہ وہاں شرک اور بدعت ہے۔ علامہ صاحب مسجد کے قریب ایک چبوترے پر باہر بیٹھ گئے علامہ صاحب کے ایک مرید خاص مولانا غلام محمد صاحب "تذکرہ سلیمان" ص ۷۷ میں لکھتے ہیں کہ عین اسی وقت عالم مثال میں علامہ سید سلیمان ندوی پر حضرت مجدد الف ثانی نے ظہور کیا اور اس طرح سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا:

حضرت مجدد الف ثانی نے دریافت کیا:

مکتوبات ما خواندۂ؟

Marfat.com

علامہ سید سلیمان نے جواب دیا:

بلے خواندہ ام

حضرت مجدد الف ثانی نے پوچھا

آں را فہمیدۂ؟

علامہ سید سلیمان نے جواب دیا۔

اند کے ازاں فہمیدہ ام

یہاں تک پہنچے تھے کہ علامہ صاحب بے ہوش ہوگئے جب ان کے ساتھی مزار حضرت مجدد الف ثانی کی زیارت سے واپس آئے تو دیکھا کہ حضرت علامہ بے ہوش پڑے ہیں دوستوں نے بار بار پوچھا اور کریدا لیکن علامہ صاحب نے کچھ نہ بتایا آخر ایک روز اس بے ہوشی کا اصل سبب بیان فرما دیا کہ حضرت امام ربانی کی روحانی قوت کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہوگیا تھا۔ (تذکرہ سلیمان ص ۷۷)

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی کے ملفوظات میں ایک اور عجیب معارف حضرت مجدد الف ثانی کے بارے میں لکھا ہے کہ:

ایک محفل میں حضرت شیخ اکبر اور حضرت مجدد الف ثانی رحمہما اللہ کا ذکر آیا تو حضرت سیدی علامہ سید سلیمان ندوی نے کیسی گر کی بات بتائی، ارشاد فرمایا:

شیخ محی الدین ابن عربی نے توحید کی تعلیم پر زور دیا اور اس کو فلسفیانہ انداز میں پیش فرمایا، ان کی اصطلاحات کے ذریعہ جو ضلالت پیدا ہوئی وہ توحید کی راہ سے آئی اور لوگ انا الحق کے مدعی بن گئے، اور حضرت مجدد الف ثانی نے اتباع سنت پر زور دیا مگر ساتھ ہی نبوت کی فلسفیانہ توضیح وتشریح پیش فرمائی اس کے ذریعہ جو ضلالت آئی وہ نبوت کی راہ سے تھی اور انا النبی اور انا مہدی کہنے والے پیدا ہوئے۔ (معارف سلیمان نمبر مئی ۱۹۵۵ء ص ۳۰۱) مقالہ مولانا غلام محمد۔

اکبر بادشاہ کو ۲۸ جلوس (۹۹۰/۱۵۸۲ء) میں یہ باور کرایا گیا کہ اسلام کے ہزار سال پورے ہوگئے ہیں اس کے بعد حالات ایسے ہوئے کہ بے دینوں نے اکبر سے ایک ایسا محضر نامہ تیار کروایا جس پر دستخط کرتے وقت ملا مبارک ناگوری نے اسلامی شریعت کی منسوخی پر بڑی خوشی کا اظہار تحریری طور پر کیا تھا۔ (مقامات معصومی جلد اول)

نقطوی فرقہ کے مشہور شاعر تشبیہی کاشی نے اکبر بادشاہ کے حضور ایک قصیدہ پڑھا جس میں اکبر سے کہا گیا تھا کہ وہ تقلید پرستوں کو ختم کردے تا کہ حق اپنے مرکز پر استوار ہوجائے اور خالص

Marfat.com

توحید کورواج ہو(منتخب التواریخ ۲/۳۰۴،معصومی ۱/۳۶)

اکبر کے حواریوں نے عوام کی آنکھ میں دھول جھونکنے کے لیے کہا تم نبوت کا دعویٰ نہ کرنا بلکہ خلیفۃ اللہ ہونے کا اعلان کردو،اس نے اپنا کلمہ وضع کیا جس کے یہ الفاظ تھے:

لا الٰہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ (مقامات معصومی بحوالہ منتخب التواریخ)

ملا شیری اکبر کا ایک درباری اوردین الٰہی میں اکبر کا مرید خاص تھا اس نے اپنے ایک شعر میں کہا ہے کہ اکبر نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔

بادشاہ امسال دعویٰ نبوت کردہ است
گر خدا خواہد پس از سالی خدا خواہد شدن

(ایضاً ۲/۳۰۹)

معاصر کتب میں واضح الفاظ میں لکھا ہے:

مسلمانان ہندومزاج قدح صریح در نبوت می کردند۔

اگر اکبری عہد کی مختلف مذہبی تحریکوں کا تجزیاتی مطالعہ کیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آجائے گی کہ ہر عہد کا سب سے اہم مسئلہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ ومقام متعین کرنا اور معاشرے میں اسے برقرار رکھنا تھا نظریہ مہدویت،عقیدۂ امامت،نظریہ الفی اور دین الٰہی کی تحریکوں نے کسی نہ کسی طرح سید الانبیاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ وارفع مقام پر ضرب لگائی تھی۔ حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا سب سے عظیم کارنامہ یہ ہے کہ ان حضرات نے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارفع ترین مقام کی ایسی اور اس انداز سے وضاحت کی کہ اس قسم کی تمام گمراہیوں اور ضلالتوں پر ضرب کاری لگی۔ (مقامات معصومی ص ۳۲)

رسالہ اثبات النبوۃ از حضرت مجدد الف ثانی

اس میں آپ کا نبوت کی حقیقت،معجزہ کی حقیقت،نبوت ومعجزہ پر اعتراضات اور شبہات کے جواب دیے ہیں۔اس رسالہ میں ابوالفضل کے ساتھ حضرت مجدد کی ملاقات کا حال درج ہے جس میں مسئلہ رسالت زیر بحث آیا۔جس سے اندازہ لگانا دشوار نہیں کہ نبوت کے خلاف اکبر اور اس کے حواری جو کچھ شکوک وشبہات پیدا کررہے تھے عین اس وقت آپ نے ۹۹۰ھ کو یہ رسالہ تالیف کیا۔رسالہ تہلیلیہ میں بھی کلمہ طیبہ کا مفہوم اور معاشرہ میں اس کی عملی صورت پر دلائل جمع کیے گئے ہیں یہ دراصل اکبر کے اپنا کلمہ وضع کرنے کے دوران لکھا گیا ہے۔

چودھویں صدی عیسوی میں فیروز شاہ تغلق کے عہد میں دہلی میں ایک شخص رکن نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا (فتوحات فیروز شاہی ص ۸) تاریخ الفی میں ان تمام لوگوں کے نام درج ہیں جنہوں نے ہندوستان میں مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔

جونپور کے سید محمد مہدی کی ولادت ۸۴۷ھ/۱۴۴۳ء کو ہوئی۔ ۵۲ سال کی عمر میں مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ۸۴۷+۵۲=۸۹۹ اور ۹۱۰ھ/۱۵۰۴ء کو انتقال کیا۔ (مراۃ سکندری ص ۱۳۷)

حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے رسالہ مبداء ومعاد کے ایک مقام کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا:

جاننا چاہیے کہ آنحضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی رحلت فرمانے کے ہزار سال بعد آپ کی امت کے جن اولیاء کا ظہور ہوگا اگر چہ ان کی تعداد بہت ہی کم ہوگی لیکن وہ کامل واکمل ہوں گے تاکہ اس شریعت کو پورے طور پر تقویت دے سکیں۔ حضرت مہدی کہ جن کی تشریف آوری کے متعلق حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والتحیات نے بشارت دی ہے۔ ہزار سال کے بعد ظاہر ہوں گے اور حضرت عیسیٰ خود بھی ہزار سال کے بعد نزول فرمائیں گے۔ (مکتوبات ۱/۲۰۹)

شیخ طاہر لاہوری کے نام آپ کا مکتوب ہے:

منقول ہے کہ حضرت مہدی اپنی سلطنت کے زمانے میں جب دین کی ترویج کریں گے اور احیائے سنت کا حکم دیں گے تو مدینہ کا عالم جس نے بدعت پر عمل کرنا اپنی عادت بنالی ہوگی اس کے قتل کا حکم دیں گے۔ (مکتوبات ۱/۲۵۵)

اپنے فرزند گرامی خواجہ محمد صادق علیہ الرحمت کو لکھتے ہیں:

جاننا چاہیے کہ منصب نبوت حضرت خاتم الرسل علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات پر ختم ہو چکا ہے لیکن اس منصب کے کمالات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کی وجہ سے آپ کے تابعداروں کو بھی پورا پورا حصہ حاصل ہے یہ کمالات طبقہ صحابہ میں بہت زیادہ ہیں اور تابعین اور تبع تابعین میں بھی یہ دولت کچھ نہ کچھ سرایت کیے ہوئے ہے۔ اس کے بعد یہ کمالات پردہ خفاء میں چلے گئے اور ولایت ظلی (ولایت صغریٰ) کے کمالات کا غلبہ ہو گیا لیکن امید ہے کہ ہزار سال گزرنے کے بعد یہ دولت از سر نو تازہ ہو کر غلبہ وشیوع (یعنی عموم) حاصل کرلے اور کمالات اصلی ظہور میں آئیں اور ظلی پوشیدہ ہو جائیں اور حضرت مہدی علیہ الرضوان اس نسبت عالیہ کو ظاہر وباطن کے ساتھ رواج دیں (مکتوبات ۱/۲۶۰/۲۳۲) ترجمہ ۱/۲۶۰/۴۴۸ فارسی

جیسا کہ ابھی ہم نے عرض کیا ہے کہ تاریخ الفی میں ایسے تمام اصحاب کے نام درج ہیں

Marfat.com

جنہوں نے ہندوستان میں مہدی ہونے کا دعوٰی کیا تھا، تاریخ الفی کا جو ایڈیشن ایران سے طبع ہوا ہے وہ ۹۸۴ھ کے واقعات پر ختم ہو جاتا ہے گویا حضرت مجدد الف ثانی جن کی ولادت مسلمہ طور پر ۹۷۱ھ کو ہوئی تھی اس وقت صرف تیرہ سال کے تھے یعنی حضرت مجدد الف ثانی کے فکری عروج سے قبل ہی متعدد افراد مہدویت کا دعوٰی کر چکے تھے یعنی اس دعوٰی کا حضرت مجدد الف ثانی کے افکار سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ہندوستان میں جس شخص نے پر زور طور پر مہدی ہونے کا دعوٰی کیا اور حکومت سے الجھنے کی کوشش کی وہ جونپور کے سید محمد مہدی تھے جن کا انتقال ۹۱۰ھ کو ہو گیا یعنی حضرت مجدد الف ثانی کی ولادت سے ساٹھ سال پہلے ان کا انتقال ہو چکا تھا۔

حضرت شیخ اکبر ابن عربی کا جہاں تک سوال ہے کہ ان کے افکار سے توحید کے راستے ضلالت پیدا ہوئی، ایک بے معنی سوال ہے شیخ اکبر کے نظریہ وحدت الوجود کو صوفیہ خام نے اکبر کے زیر اثر ایسے معنی ضرور پہنائے جن سے وحدت الوجود سے وحدت ادیان تک پہنچنے میں زیادہ وقت نہ ہوئی۔ یہ تمام تر قصور اس وقت کے حالات کا تھا جس میں "صلح کلی" کے علمبردار مصلحتی طور پر وحدت ادیان کا پرچار کرنے لگے تھے۔

علامہ سید سلیمان ندوی کے ہندوستان کی دور وسطیٰ کی تاریخ سے متعلق مقالات وغیرہ نہایت سطحی نوعیت کے ہیں حیات شبلی کا مقدمہ اس کی مثال ہے جس میں تذکرہ علمائے ہند اور حدائق الحنفیہ سے آگے نہ بڑھ سکے اور علامہ شبلی سے پہلے کی مذہبی اور علمی حالت کا جائزہ نہایت ناقص رہا ہے۔

حضرت علامہ صاحب کا حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ پر اعتراض یقیناً بے معنی اور آپ کی تحریک احیاء دین کے سرسری مطالعہ کا نتیجہ ہے۔

* * *

پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی صاحب

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صدر محترم میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری مدظلہ العالی!

میں آج سامع کی حیثیت سے حاضر ہوا تھا مجھے محسوس ہوتا ہے کہ حاضرین محفل میں تقریر کرنے والوں کی کمی ہے اور جناب تابش قصوری نے اپنی دوستی نبھانے کے لیے یا مجھے سرفراز

Marfat.com

کرنے کے لیے یہ حکم دیا ہے کہ اہل علم کی محفل میں میں بھی گفتگو کروں حالانکہ یہاں سارے ہی اہل علم ہوں گے۔ یہاں مجھ جیسے ناچیز آدمی کی گفتگو زیب نہیں دیتی۔ میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں جناب میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری کی خدمت میں جن کی کوششوں سے تھوڑے ہی سہی لیکن وقت کے بعض دانشور آجاتے ہیں اور ہم جیسے نالائق لوگوں تک ان کے کلمات پہنچتے ہیں جن سے ہمارے علم اور واقفیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ پچھلے اجلاس میں ہمارے فاضل دوست پروفیسر محمد اقبال مجددی نے ایک بڑی پرمغز گفتگو فرمائی جس میں حضرت مجدد صاحب کے دور، آپ کے حالات اور آپ کے زمانے کی چیزیں پیش کیں چونکہ ان کا مطالعہ اس موضوع پر بڑا گہرا ہے اس لیے ان کی گفتگو سے ہم نے بہت استفادہ کیا۔ اللہ ان کو خوش رکھے، وہ اس سلسلے میں کام کر رہے ہیں، میاں صاحب کا حلقہ آہستہ آہستہ ان دانشوروں تک پھیلتا جا رہا ہے جو غائر تحقیق اور خصوصیت کے ساتھ حضرت مجدد پر کام کر رہے ہیں۔ ایک زمانہ تھا میاں صاحب بڑے بڑے جلسے کرایا کرتے تھے، بڑے بڑے علماء کو بلایا کرتے تھے۔ آج جس وقت ہم دیکھتے ہیں کہ یہ مختصر محفل ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ مذاق ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ میاں صاحب نے اپنی زندگی میں بڑے بڑے جلسے کرائے، بڑے بڑے علماء کو بلایا، سبحان اللہ، ماشاء اللہ، ایسے ایسے مقرر حضرات تشریف لایا کرتے جن کی گرج و چمک آج تک ہمیں یاد ہے لیکن وقت بدلنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے تحقیقی اور تحریری کاموں کی طرف توجہ منعطف کر لی ہے اور پچھلے دنوں جو نشستیں ہوئی ہیں اس سلسلے میں میاں صاحب نے حوزۂ نقشبندیہ کی روداد شائع کی۔

میں مولانا محمد عالم مختار حق کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس مختصر سی روداد میں بہت سی معلومات، بہت سے حالات کو پیش کیا ہے اور میں آج سٹیج سے ایک سپیکر کی حیثیت سے فائدہ اٹھا کر یہ کہوں گا کہ اگر میاں صاحب مجھے روداد حوزۂ نقشبندیہ کی 100 کاپیاں دے دیں تو میں جہان رضا کے حلقہ قارئین میں ڈاک کے ذریعہ بھیجوں تاکہ ان کو بھی پتا چلے کہ میاں صاحب اپنی مختصر سی نشستوں میں اتنا بڑا کام کر رہے ہیں۔ ان میں سے بعض معلومات ایسی ہیں جو لوگوں تک پہنچنی چاہئیں، ان میں کچھ چیزیں ایسی ہیں جن سے لوگوں کو شناسائی ہونی چاہیے، بہرحال یہ ایک Request ہے۔ ع گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

ورنہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں اپنے اپنے حصہ میں اپنے اپنے حلقہ میں ان چیزوں کو جانا چاہیے۔ میں میاں صاحب کو "شیر ربانی ڈائجسٹ" کی اشاعت پر بھی ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں،

Marfat.com

انگریزی میں انہوں نے سبحان اللہ بہت خوبصورت ڈائجسٹ تیار کیا اور لوگوں تک پہنچایا۔ مجھے بھی عنایت فرمایا کہ تم بھی یہ پڑھو، یہ ان کی مہربانی ہے اور ان کی بخشش ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آج مقررین میں اس نجی محفل میں ایک کتاب کا تعارف کراؤں۔ وہ کتاب نقشبندی حضرات پر آئی ہے۔ سری نگر کشمیر سے چھپ کر آئی ہے اور چلتے چلتے وہ خدا معلوم کن مرحلوں کو طے کر کے مجھ تک پہنچی ہے۔ میں اس کتاب کا تعارف اس لیے کرانا چاہتا ہوں کہ یہ محفل ایسی ہے کہ اس میں ایسی چیزیں آپ تک پہنچنی چاہئیں۔ تلاش کرنا، حاصل کرنا یہ بعد کی بات ہے۔ اس کتاب کا نام ہے ''حضرت خواجہ نقشبند اور طریقت نقشبندیہ'' یہ ۱۲۰۰ صفحے کی کتاب ہے سبحان اللہ! جہازی ایڈیشن پر چھپی ہوئی ہے، بڑا خوبصورت ڈیلکس قسم کا ایڈیشن جو سری نگر سے چھپ کر آیا ہے اس کے مؤلف پروفیسر ڈاکٹر شمس الدین احمد سری نگر میں ہیں، اس وقت وہ نقشبندیوں پر کام کر رہے ہیں اور خاص طور پر وادی کشمیر میں نقشبندی اور مجددی اثرات پر بڑا اچھا لٹریچر شائع کر رہے ہیں۔ انہوں نے یہ کتاب شائع کی۔ اس کا ایڈیشن سبحان اللہ میرے لیے تبرک ہے اور میں مصنف کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے بہت زیادہ کام کیا، بڑی محنت سے انہوں نے اس کو پیش کیا۔ اس کتاب میں انہوں نے حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ کے حالات لکھے، ان کے وطن کے احوال لکھے اور پھر ان کے خلفاء پر زیادہ تفصیل اور تحقیق سے کام کیا، ان کی اولاد اور ان پر جو کام کرنے والے آگے لوگ بڑھے ہیں جنہوں نے کتابیں لکھیں، اس کی نشاندہی کی پھر حضرت خواجہ نقشبند کے جو خلفاء تھے، ان میں سے بہت سے چل کر کابل پہنچے، حضرت خواجہ باقی باللہؒ کو تربیت دے کر لوگوں کی ہدایت کے لیے ہندوستان بھیجا اور یہاں آ کر شیخ احمد سرہندی جیسی نابغۂ روزگار شخصیت نے فیض یاب ہو کر سلسلہ مجددیہ کی بنیاد رکھی جن کے ہم پیروکار ہیں اور جن کا نام لے کر آج دنیائے مجددیت فخر کرتی ہے۔

ان تمام حالات کو انہوں نے لیا اور مجھے ایک اور چیز بہت پسند آئی۔ یہ کہ مصنف گرامی قدر کتاب لکھنے کے لیے پہلے تاشقند پہنچا، بخارا پہنچا اور بخارا سے تین میل دور ''قصرِ عارفاں'' جہاں حضرت خواجہ نقشبند کا مزار ہے، اور جہاں بیٹھ کر حضرت خواجہ نقشبند نے سلسلۂ نقشبندیہ کو دنیا بھر میں پھیلایا، وہ چلتے چلتے وہاں پہنچے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب روس کی بادشاہی تھی۔ خانقاہ مقدسہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کی اجازت نہ تھی۔ مدرسے بند تھے لیکن وہ شخص دن رات چلتا گیا اور اس نے تمام حالات کو قلم بند کیا۔ میرے لیے وہ بھی ایک بڑی چیز ہے کہ آج سے تین سال پہلے خواجہ نقشبند

Marfat.com

جہاں آرام فرما ہیں، اس سرزمین میں وہاں کے حالات، لوگوں کے حالات لکھے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی ایک اس کتاب کا اہم حصہ ہے اور یہ بہت عمدہ حصہ ہے۔ میں اپنے دوستوں کو اس کتاب کے حاصل کرنے کے لیے ضرور توجہ دوں گا وہ یہاں سے نہ ملے گی، انڈیا سے ملے گی یا کہیں اور سے ملے گی، میرے پاس آ گئی تو میں اپنے احباب کو ضرور نذرانہ پیش کروں گا اور یہ چیز ان تک پہنچاؤں گا۔ میں ضمناً اس کتاب کا ذکر کر رہا تھا کیونکہ حضرت مجدد صاحب پر ماشاء اللہ بڑا کام ہو رہا ہے۔ میاں صاحب اپنے انداز میں کام کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب مجددی کراچی میں بیٹھ کر ''جہان مجدد الف ثانی'' پر کام کر رہے ہیں۔ ہمارے پاس محمد اقبال مجددی صاحب ہیں۔ یہ اپنی بساط کے مطابق سبحان اللہ حضرت مجدد پر بہت سی چیزیں لا رہے ہیں، مستقبل میں ان شاء اللہ بڑی تحقیق کے ساتھ ان کے قلم سے اور بڑی عمدگی کے ساتھ چیزیں آئیں گی اور ہمیں توقع ہے کہ وہ دنیائے مجددیت میں، بہت معلومات بہم پہنچائیں گے۔ میں اپنے دوسرے احباب کا بھی تہ دل سے ممنون ہوں۔ اب میں ذاتی بات کرتا ہوں، یہ جو محمد عالم مختار حق ہیں، یہ میرے علمی دوست ہیں۔ چالیس (۴۰) سال سے ان کے ساتھ رفاقت ہے۔ اب یہ میاں جمیل احمد شرقپوری صاحب کے حلقۂ نیازمنداں میں آ گئے ہیں وہ ان کی علمیت کو، ان کی جدوجہد کو بہت پسند کرتے ہیں۔ اور ان کو بلاتے بھی ہیں، ان کو پاس بٹھاتے ہیں، ان سے باتیں بھی سنتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ محمد عالم مختار حق ایسا شخص ہے کہ جس کی باتیں سننی چاہئیں۔ یہ بڑا متحمل مزاج آدمی ہے، ہماری طرح Aggressive نہیں ہے۔ ہم تو جس سے بات کرتے ہیں، میرے پوتے بھی کہتے ہیں کہ ابا جی! جب آپ بات کرتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ سامنے والے آدمی کو کھا جائیں گے۔ یہ ہمارا وصف ہے کھا جانے والا۔ لیکن محمد عالم مختار حق نے نہایت محبت کے ساتھ اپنا رویہ اپنایا ہوا ہے۔ کئی دفعہ ان کے خلاف ہم بات کرتے ہیں تو اس کو بھی مائنڈ نہیں کرتے۔ انہوں نے روداد حوزۂ نقشبندیہ تیار کی، بڑی باتیں کی۔

؎ میرا بھی اس میں ذکر ہے میرا بھی نام ہے
اللہ رے آبرو مرے فرد گناہ کی

میرے جیسے گناہگار کا بھی روداد میں بڑی محبت کے ساتھ ذکر کیا ہے اور لوگوں تک پہنچایا۔ کوئی بات نہیں اگرچہ فاروقی اتنا پڑھا لکھا نہیں ہے لیکن میاں جمیل احمد صاحب کے حلقہ مجددیت میں بیٹھتا تو ہے، میں ان کا تہ دل سے ممنون ہوں۔

Marfat.com

پھر میں گزارش کروں گا میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری سے کہ تھوڑا سا دامن پھیلا دیں۔ تقریب کو ذرا وسیع کرنا چاہیے یہ چھوٹے چھوٹے گھونسلے ہمیں نہ بنانا چاہئیں۔ زیادہ نہیں سو دو سو آدمی تو ہونے چاہئیں۔ میاں صاحب کو الحمد للہ! اللہ تعالیٰ نے اتنی ہمت دی ہے اور ان کا حلقۂ احباب بھی وسیع ہے اور ان کے ذرائع بھی ہیں۔ آئندہ کے لیے میں چاہتا ہوں کہ جب میاں صاحب ہمیں بلائیں، تو کم از کم سو دو سو آدمیوں کا ایک مجمع ہو، یہ محفل ہے جو آج سجی ہے۔ اگرچہ بڑی بابرکت ہے لیکن یہ محفل میرے مکتبے میں روز اتنی سجتی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آئندہ کے لیے میاں صاحب اپنے حلقے کو وسیع سے وسیع تر کریں۔ و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین

* * *

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العٰلمین و العاقبۃ للمتقین

محترم المقام جناب حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری صاحب، جو اس محفل کے روحِ رواں ہیں اور تشریف فرما ہیں اور محترم اور معزز حاضرین کرام! سب سے پہلے دو باتیں عرض کروں گا، اس کے بعد اس محفل کے حوالے سے چند باتیں گوش گزار کروں گا۔ پہلی بات یہ کہ میرا جی چاہتا ہے کہ محترم المقام حضرت جناب پیر جمیل احمد صاحب کی خدمت میں دادِ تحسین پیش کروں کہ انہوں نے باوجود اس پیرانہ سالی کے اور صحت کی جو صورتِ حال ہے وہ کسی پر مخفی نہیں ہے، حضرت مجدد کی شمع کو روشن رکھا ہوا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم جیسے جو ناکارہ لوگ ہیں اور جو کسی کام کے قابل نہیں ہیں، انہیں بھی فعّال بنا رکھا ہے اور یوں ایک لحاظ سے ہمیں حسنات جمع کرنے کا موقع فراہم کر رکھا ہے۔

دوسری بات یہ کہ بابا فرید سائیں کا جو دیوان ہے اس کو میں نے عربی میں ترجمہ کر دیا ہوا ہے اور وہ بڑے عرصے سے چھپ چکا ہے۔ اس کی عرب دنیا میں مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ اس وقت بیروت اور کویت کے دو پبلشرز اسے چھاپنے کے لیے رابطے کر رہے ہیں۔ لیکن بعد میں کچھ دوستوں نے یہ کہا کہ آپ نے تو صرف عربی میں اس کا متن لکھ دیا ہے نہ اس کے ساتھ پنجابی کا اصل ٹیکسٹ ہے نہ کچھ اور چیز ہے تو پنجابی کا ٹیکسٹ ہونا چاہیے تھا تو میں نے انہیں کہا کہ دیکھیے!

Marfat.com

بات یہ ہے کہ یہ عرب ہمارے جو بھائی ہیں وہ تو انگریزی نہیں پڑھ سکتے تو پنجابی انہوں نے کہاں پڑھنی ہے۔ فارسی ان کے قریب تر ہے۔ فارسی کا بھی ایک لفظ ان کی زبان پر نہیں چڑھتا تو ان کے لیے تو بیکار ہے تو کہنے لگے پھر بھی بہر حال آپ نے جو عربی میں لکھا ہے اس کے ساتھ اگر کوئی اور چیز ہوتی تو ذرا انٹرنیشنل ایڈیشن بن جاتا بابا سائیں کے کلام کا۔

میں نے کہا کہ اگر آپ انٹرنیشنل ایڈیشن بنانا چاہتے ہیں تو پھر میں آپ کو اس کا ایک نمونہ تیار کر کے دیتا ہوں۔ اس کے بعد پھر میں آپ سے پوچھوں گا کہ اب کیا کرنا چاہیے چنانچہ میں نے بابا سائیں کے کلام کا جو پہلے ہی ترجمہ کیا ہوا تھا اسے سامنے رکھ کر جو پہلے دس اوراق ہیں ان میں پنجابی کے جو الفاظ ہیں ان کی تشریح کی۔ اور اس کے ساتھ ان کے جو اشعار ہیں، وہ بابا سائیں کی پنجابی ہے جو ذرا تھوڑی سی مشکل ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ان کا جو زمانہ ہے اور جہاں جہاں وہ پھرتے رہے ہیں، دہلی کے آس پاس، یوپی میں اِدھر اُدھر، ان کی جو پنجابی زبان ہے اس میں سندھی، سرائیکی اور پنجابی کے جتنے لہجے ہیں ان سب کا اثر ہے بلکہ اس زمانے کی جو مختلف قومیتیں دہلی کے آس پاس پرورش پا رہی تھیں ان کے الفاظ یا ان کے اثرات ہیں۔ ان کے الفاظ کو صحیح طور پر ضبط کرنا کہ تلفظ کیا ہے، پروسیجر کیا ہے، ان کو کیسے ادا کرنا ہے اور پھر ان کا معنی، بڑا مشکل کام ہے۔ تو سب سے پہلے تو میں نے یہ کیا ہے کہ ان کا جو کلام ہے ان کے جو الفاظ ہیں، ان کے جو اشعار ہیں، ان پر میں نے زبر زیر جہاں ضروری تھی وہاں لگا دی۔ یہ بھی میں آپ کو بتا دوں کہ دنیا بھر میں قرآن مجید کا جو رسم الخط ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ رومن سکرپٹ ہے اس میں اگر حرف لکھ دیے جائیں تو لوگ آسانی سے پڑھ لیتے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے دنیا میں اس وقت جو خط رائج ہیں ان تمام میں سب سے زیادہ آسان اور صحت کے ساتھ پڑھا جانے والا جو ایک معمولی سے معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی اسے صحت کے ساتھ پڑھ سکتا ہے وہ صرف اور صرف قرآن کریم کا نسخہ ہے۔ تو میں نے یہ مناسب سمجھا کہ بابا سائیں کا جو کلام ہے، قرآن کریم کے رسم الخط کی مدد لے کر کے اسے پورا کروں۔ چنانچہ میں نے سارا کلام بابا سائیں کا پنجابی میں، اردو میں، فارسی میں، عربی میں اور سب سے آخر انگریزی میں کر دیا۔ چنانچہ یہ پانچ زبانیں بابا سائیں کے کلام میں اکٹھی ہو گئیں۔ یہ بالکل مکمل کرنے کے بعد محکمہ اوقاف کے پاس چھاپنے کے لیے دے دیا۔ اس کی طرف انہوں نے اشارہ فرمایا۔ میں اولیاء اللہ کے ساتھ جو عقیدت رکھتا ہوں اور یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت ہے کہ مجھے دار ارقم اور صفہ مسجد نبوی سے

Marfat.com

اسلام کی جو لہریں اٹھتی رہی ہیں اور صوفیہ کے ذریعہ ہم تک پہنچیں اور آج ہمارے سامنے ہیں۔ میرے دل، میرے جگر، میری روح اور میرا جو مزاج ہے اس میں وہی رچی بسی ہیں۔ میں نے اولیاء کرام اور خاص کر پنجاب، سندھ اور سرحد کے سولہ شاعروں کے کلام کے ترجمہ کا منصوبہ بنایا ہے، ان میں سے پانچ شاعر مکمل کر چکا ہوں۔

ہر شاعر کا جو کلام ہے حالانکہ وہ چھوٹا سا مختصر کلام ہے، وہ سارا ترجمہ کر دیا ہے۔ اور اگر دیوان ذرا بڑا ہے تو اس میں سے سیلیکشن کر کے ان کے کلام اور ان کی زندگی پر اور ان کے فن پر اور ان کی شخصیت کے بارے میں جو مجھے اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی ہے عرب دنیا میں تعارف کرانے کے لیے عربی زبان میں مرتب کر دیا ہے۔ اس میں میرے پیش نظر دو تین چیزیں ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ بیک وقت عربی زبان کے ساتھ ساتھ ہماری پاکستان کی جو دوسری زبانیں ہیں ان کی بھی خدمت ہے۔ ان کے ادب کی بھی خدمت ہے اور ساتھ ساتھ اسلام کی خدمت بھی۔ ساتھ ہی یہ بتانا مقصود ہے کہ اس خطے میں اللہ کے ان نیک بندوں نے جس طریقے سے اسلام کی جو خدمت کی ہے آج بھی اسی طرح اسلام کی خدمت کی ضرورت ہے اور اسی قسم کے لوگوں کی ضرورت ہے۔ صوفیائے کرام اور اہل طریقت کے اس دور کو مسلمانوں کو زندہ کر کے ان کو بچا کر کے آگے لے جانا اللہ تعالیٰ کے ایسے نیک بندوں کے توسط سے ہی ممکن ہے۔

دوسری بات جو میں نے آپ سے عرض کرنی ہے وہ یہ کہ جہاں تک حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے کردار، ان کے جاری مشن کا تعلق، ان کے مرتبے اور مقام کا تعلق ہے میں ایک دو باتیں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہوں گا۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہمارے برصغیر کی تاریخ دنیا کے ہر اس ملک سے مختلف ہے جہاں پر اسلام گیا اور آج صدیوں تک اسلام وہاں ہونے کے باوجود بھی اکثریت کا مذہب نہیں بن سکا۔ یہ ایسا مسئلہ ہے، ایسا نکتہ ہے کہ اس پر میں نے بہت غور کیا ہے، لکھا بھی ہے، سوچا بھی ہے، پڑھا بھی ہے کہ یہ کیا وجہ ہے کہ ایک ہزار سال تک یہاں مسلمان حکمران بھی رہے اور صوفیہ کے علاوہ علمائے کرام بھی کام کرتے رہے ہیں، ان کی جو کنٹری بیوشن ہے اس سے انکار نہیں کرنا چاہیے۔ ہم میں سے جس نے جو تھوڑی بہت اسلام کی اور مسلمانوں کی خدمت کی ہے اس کی قدر کرتے ہیں، کیونکہ ہم صوفیہ کے پیرو ہیں اور صوفیائے کرام کا طریقہ ہے کہ ہر انسان کا احترام کیا جائے بالکل اسی طریقے سے جس طریقے سے احکام خدا اور سنت رسول اللہ بیان کی جاتی ہے۔ ان لوگوں نے جس طریقہ سے اسلام کی خدمت کی ہے

Marfat.com

وہ ہمارے سامنے ہے اور اس برصغیر میں ہوا یہ ہے کہ ایک ہزار سال مسلمان حکمران رہے لیکن اس کے باوجود یہاں پر اسلام کو اکثریت کا مذہب نہیں بنایا گیا۔

ایک یہ سنٹرل ایشیا ہے سنٹرل ایشیا کے کسی بھی ملک میں چلے جائیں وہاں مسلمان 70% سے کسی طرح کم نہیں ہیں آپ افریقہ میں چلے جائیں، مڈل ایسٹ میں چلے جائیں، ایشیا میں جہاں کہیں بھی اسلام گیا ہے وہاں مسلمانوں کی تعداد 70% سے اوپر ہے۔ یہ عجیب وغریب نکتہ ہے کہ جہاں پر مسلمان اتنا عرصہ حکمران رہے لیکن اس کے باوجود اقلیت میں ہیں۔ لیکن اس سے بھی عجب تر ایک خطہ ہے اور وہ ہے سپین۔ اس کو اندلس کہتے ہیں۔

اندلس ایک ایسا ملک ہے ایسی سرزمین ہے کہ جہاں پر مسلمان گئے، اسلام گیا اور وہاں سے اسلام اور مسلمان دونوں کو مکمل طور پر نکال دیا گیا۔ یہ بالکل مختلف چیز ہے جہاں اسلام گیا، جہاں مسلمان گئے، آج تک وہیں ہیں کسی جگہ سے بھی ان کو ہلایا نہیں گیا۔ لیکن سپین سے اسلام کو بھی نکالا گیا اور مسلمانوں کو بھی، اس کی وجہ بہت طویل ہے۔ اس کے اسباب کے پس منظر میں نہیں جانا چاہتا لیکن آپ کو اختصار کے ساتھ اتنا ضرور بتا دینا چاہتا ہوں کہ اندلس میں مسلمانوں کے دو گروہ گئے ہیں۔ ایک عرب تھے اور ایک غیر عرب (بربرین)۔ عرب جو تھے وہ اپنے حال میں مست رہتے اور جو بربرین مسلمان تھے وہ اپنے حال میں مست رہتے، اپنی اپنی حکمرانی، باج گزاری، عیش وعشرت اور دنیا داری میں سب لگے رہے۔ کسی کو بھی یہ توفیق نہیں ہوئی کہ مقامی آبادی میں اسلام کو پھیلایا جائے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ وہاں آٹھ سو سال تک مسلمانوں کی حکومت رہی لیکن اس کے باوجود وہاں سے مسلمانوں کو زبردستی نکال دیا گیا۔

لیکن اس سے ذرا مختلف ہمارے برصغیر کی تاریخ ہے، ایک ہزار سال سے زائد عرصہ سے یہاں اسلام رہا، مسلمانوں کی حکومت رہی لیکن اسلام اقلیت کا مذہب رہا لیکن بایں ہمہ یہاں اسلام بھی ہے اور مسلمان بھی۔ تو اس کی وجہ یہی ہمارے بزرگ ہیں، یہی اصحاب طریقت میں صوفیائے کرام ہیں، حضرت داتا گنج بخشؒ سے لے کر آج تک یہ جو اللہ کے نیک بندے ہیں انہوں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو اور اپنی کوششوں کو اللہ کے دین کے لیے وقف رکھا، بڑی تواضع، انکساری اور عاجزی کے ساتھ اور ایسے موقف کے ساتھ کہ لوگوں کے دلوں کو جیتنے کے لیے انہیں اپنی طرف راغب کرنے کی کوشش رہی اور ایسے ایسے گر استعمال کیے میں تو حیران ہوتا ہوں۔ اسلام کی خاطر ان لوگوں نے اتنی قربانیاں دی ہیں اور اتنی تکالیف برداشت کی ہیں کہ انسان حیران

Marfat.com

رہ جاتا ہے کہ انبیائے کرام کے بعد ہمارے یہ جو بزرگ ہیں، برصغیر کے صوفیہ ہیں، انہوں نے اسلام کی خاطر اور مسلمانوں کی خاطر تکالیف اٹھائیں اور وہ اتنی قابل قدر ہیں کہ ہم فخر سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے صوفیائے کرام نے وہ کام کیا ہے کہ جو بنی اسرائیل کے انبیاء کرام نے کیا۔ یہاں پر اسلام کی جڑیں اس لیے مضبوط ہیں کہ یہاں کے صوفیہ نے مقامی لوگوں میں گھس کر ان کے دلوں میں اتر کر ان کو اسلام کی طرف رغبت دلائی اور ان کو اسلام کا حلقہ بگوش بنایا۔ بابا سائیں کا یہی کام تھا کہ جہاں بھی جاتے تھے لوگ ان کے پاس آتے تھے، ان کی زبان میں بات کرتے تھے صوفیہ کا یہی کمال تھا کہ وہ کسی بھی خطہ میں گئے، کسی بھی علاقے میں گئے، مقامی لوگوں کی بولی کے الفاظ کو اس طرح استعمال کیا کہ ایک نئی زبان بن گئی، ایک طرف وہ خود اپنی بات سمجھا سکتے تھے اور دوسری طرف وہ مقامی لوگوں کی بات سمجھ سکتے تھے۔ اس طریقے سے یہ نئی زبانیں پیدا ہوئیں جس کو آپ پنجابی کہیں یا پشتو کہیں یا کشمیری یا سندھی۔ یہ ہمارے صوفیہ کی مرہون منت ہیں۔ اور آپ کو حیرت ہوگی کہ ہمارے پاکستان کی بارہ سے زیادہ زبانیں ہیں جو بڑی معتبر زبانیں ہیں۔ جن میں پنجابی، سندھی، پشتو سرفہرست ہیں، ان تمام زبانوں کا جو لٹریچر ہے، جو ادب ہے اس کا ابتدائی مرحلہ ہے، اس کی جو ابتدا ہے، اس کا جو سرعنوان ہے وہ سارے کا سارا صوفیہ کرام کا مرہون منت ہے۔ صوفیہ کرام نے مختلف موضوعات پر چھوٹے چھوٹے رسالے اور کتابیں لکھیں قرآن کریم کے تراجم اور سورتوں کے تراجم کیے، بعض مسائل مسلمانوں کو سمجھانے کے لیے اتنا کچھ کام کیا ہے کہ سارے کا سارا ہمارا ابتدائی لٹریچر وہ اسلامی لٹریچر ہے۔ اور اسی واسطے بعض اوقات غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے کہ گجرات میں جاؤ تو اردو ہے، سندھ میں جاؤ تو اردو ہے، پنجاب میں آؤ تو اردو ہے، اصل میں ہر جگہ صوفیائے کرام پہنچتے رہے، ہمارے صوفی جو تھے، الفاظ عربی اور فارسی کے ہوتے تھے اور جملے کی ساخت مقامی لوگوں کی زبان میں ہوتی تھی بات وہ بھی سمجھ لیتے تھے اور بات یہ بھی سمجھا لیتے تھے اور اس طریقے سے جو اہم چیز پیدا ہوئی ہے یہی مقامی بولیاں ہیں اور یہی مقام ادب ہے۔ دوسری بات جو حضرات گرامی آج عرض کرنی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے جو کردار ادا کیا ہے ہماری تاریخ میں وہ بڑا شاندار اور فیصلہ کن کردار ہے۔ آپ نے الحاد بے دینی، اعتقادی انتشار، دینِ الٰہی اور بھگتی تحریک کا راستہ روکا۔

آج پھر اس وقت اس لمحے جس میں ہم اور آپ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اس وقت پھر وہی کوشش ہو رہی ہے۔ بات یہ ہے کہ کیا ہوتا تھا اسلام کی تبلیغ، سبق اور پیغام جب مقامی لوگوں کے

Marfat.com

دلوں میں اترنے لگتا تھا۔آپ کو معلوم ہے کہ برصغیر کی اکثریت جو ہے وہ غیر مسلم اقوام پر مشتمل ہے اس وقت بھی بھارت کی جو آبادی ہے اس میں 70% کم از کم اچھوت اور برہمن ہیں، اس کا مطلب یہ نکلا کہ جو اعلیٰ طبقے کے اونچی ذات کے ہندو ہیں وہ اقلیت میں ہیں لیکن برہمن اتنا مکار اور چالاک ہے کہ اس نے ہمیشہ جب یہ دیکھا کہ اب تو یہ تمام کے تمام اچھوت ہیں، یہ فوج درفوج اسلام میں داخل ہونے لگے ہیں تو وہ ایسی چال چلتے تھے کم بخت کہ پانسہ پلٹ دیتے تھے اور فسادات کرتے۔تاریخ میں اگر آپ دیکھیں تو انہوں نے مختلف موقعوں پر ایسے ایسے فسادات اور جھگڑے کھڑے کیے کہ جس کی وجہ سے اسلام کی طرف جو رخ پیدا ہوتھا، اچھوتوں کا وہ ختم ہو گیا اور اس طریقے سے اسلام کو روکا جاتا رہا، انہوں نے اسلام کو چالاکی سے، مکاری سے اور طاقت سے روکے رکھا، اگر اسلام کا راستہ اس طریقے سے نہ روکا جاتا اور مسلمان حکمرانوں کو توفیق ہوتی کہ وہ یہ کہتے کہ اسلام کے رستے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالے گا صرف اتنا اگر وہ کہہ دیتے تو میرا یہ خیال ہے کہ اسلام کی آج یہ صورت نہ ہوتی اور جو مختلف زمانوں میں چند ایک بزرگ بادشاہ ہوئے جن کی ہم قدر کرتے ہیں، سب ایک جیسے نہیں تھے پانچ انگلیاں جیسے ایک جیسی نہیں ہوتیں تو بادشاہ بھی ایک جیسے نہیں تھے لیکن وہ جو کوششیں تھیں ان کا کوئی نتیجہ نہیں نکل سکا اس کی وجہ یہ تھی کہ آگے پیچھے اسی قسم کے لوگ آتے رہے۔

سو اب صورت حال یہ ہو گئی ہے کہ پچھلے ۵۵ سال سے ہندو نے برصغیر کے مسلمان کو کتنا ستایا اور وہاں جو لوگ رہ رہے ہیں ان کے اوپر عرصۂ حیات تنگ کیا ہوا ہے۔آج اگر آپ وہاں کے کسی مسلمان سے ملیں اور اسے اعتماد میں لے کر اس سے پوچھیں کہ اب آپ یہ بتائیں کہ اب آپ کیا چاہتے ہیں کہ آج اگر آپ کو یہ موقع دیا جائے کہ آپ رائے عامہ کے ذریعے یا رائے شماری کے ذریعے آپ ہندو کے ساتھ مل جل کر رہنا چاہتے ہیں یا الگ ہونا چاہتے ہیں تو وہ کہیں گے کہ ہم الگ رہنا چاہتے ہیں اور یہ جو پاکستان اور بنگلہ دیش کے لوگ ہیں ان کی صورت حال ذرا مختلف ہے۔آپ جانتے ہیں کہ یہاں پر حال یہ ہے کہ ہمارے اوپر کی سوسائٹی کے لیے فیصلہ کن بات کہنا یہ ان کے ہاتھ میں ہے، عوام بیچارے جو ہیں ان کے ہاتھ میں کچھ بھی نہیں، ان کے ہاں تو کھانے کے لیے روٹی بھی نہیں۔اس وقت صورت حال میں آپ کو بتا دوں، میں بڑا عام سا آدمی ہوں میں کوئی اتنا زیادہ گہرائی میں جانے والا بھی نہیں ہوں لیکن مجھے یوں لگتا ہے کہ یہاں کے جو مسلمان ہیں ان کی اکثریت بھوک اور افلاس کے ہاتھوں اتنی تنگ ہے کہ اگر کسی بھی وقت

Marfat.com

خدانخواستہ کوئی جھگڑا ہو جائے تو ایسا ایک تصادم ہوگا کہ جس کے نتائج خطرناک ہوں گے۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتا یہ تمام دولت کے جو وسائل ہیں وہ چند لوگوں نے اپنے ہاتھ میں سمیٹے ہوئے ہیں اور غریب جو ہے اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں، یہاں کا یہ حال ہے لیکن کسی طریقے سے آپ بنگلہ دیش میں جائیں تو وہاں کے جو مسلمان ہیں کیونکہ وہاں اکثریت غریب لوگوں کی ہے اور وہ غریب لوگ متحد بھی ہیں، وہ اپنی مرضی سے جو بات منوانا چاہتے ہیں منوا لیتے ہیں لیکن وہاں پر ہندو اچھی خاصی تعداد میں موجود ہے اور اگر آپ کو یاد ہے اگر آپ اخبار پڑھتے ہیں تو اخبارات میں یہ بات آچکی ہے کہ بنگلہ دیش کے ہندوؤں نے ان مسلمانوں سے کہ جو اتنے غریب اور افلاس زدہ ہیں لیکن اسلام کے وہ سچے شیدائی ہیں، ان سے تنگ آکر یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ بنگلہ دیش میں ہمارے لیے الگ سے ایک خطہ زمین ہونا چاہیے کہ جہاں ہندو ریاست بنائی جائے۔ اب اندازہ لگایئے کہ یہ کیا ذہنیت ہے کہ مسلمان جو ہیں وہ اگر یہ کہیں کہ ہم اکثریت میں اپنے آپ کو ختم نہیں کرنا چاہتے ہم ان میں گھل مل کر اپنے آپ کو نیست و نابود نہیں کرنا چاہتے تو بری بات ہے لیکن اگر ہندو کہے تو جائز ہے آپ کو معلوم ہے کہ کسی زمانے میں یہ خیال تھا کہ آزادی ہوگی۔ اگر جائیں گے تو پنجاب ایک آزاد ملک ہوگا کیونکہ پنجاب کا وزیر اعلیٰ وزیر اعظم ہی کہلاتا تھا، سکندر حیات جو ہے وہ وزیر اعظم پنجاب کہلاتا تھا تو یہ خیال تھا کہ پنجاب جو ہے آزاد ہو جائے گا تو اس کے ساتھ سرحد اور بلوچستان بھی مل جائیں گے تو اس زمانے میں انبالہ ڈویژن اور پٹیالہ کے جو ہندو تھے انہوں نے یہ مطالبہ شروع کر دیا تھا کہ ہمیں الگ سے ایک خطہ زمین دیا جائے اور ہمیں پنجاب سے الگ کیا جائے کیوں کہ ہم مسلمان اکثریت میں تھے اپنے آپ کو کھونا نہیں چاہتے تھے اگر ہندو کہے تو جائز ہے اور اگر مسلمان مطالبہ کریں، بہت بری بات ہے۔ آج دیکھیے اسرائیل اور یہودی جو ہیں، انہیں اب یہ فکر کھا گئی ہے کہ فلسطینی جو ہیں ان کی تعداد آبادی بڑھ رہی ہے۔ اسرائیل کے اندر جو مسلمان عرب ہیں ان سے وہ ڈر رہے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ اگر وہ سارے کے سارے یہاں آگئے تو ان کی اکثریت ہو جائے گی۔ اور سیکولرازم کا جو آج دنیا دعویٰ کرتی ہے احمد قوریع اس وقت جو وزیر اعظم ہے، فلسطین کے بارے اس نے کہا ہے کہ ہم اس کے لیے تیار ہیں کہ فلسطین اور اسرائیل کی فیڈریشن بنا دی جائے اور انہیں سیکولر ملک کی حیثیت سے زندہ رہنے کا موقع دیا جائے۔ ہم اس کے لیے کلی طور پر تیار ہیں۔ ایک مسلمان وزیر اعظم ہو جائے اور صدر یہودی ہو جائے وہ یہودی چیخ، اٹھے ہیں کہ نہ بابا نہ ہم ایسا کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اپنا سیکولرازم جو ہے اس کا یہ حال ہے۔

مسلمان عورتیں اور بچے سر پر سکارف رکھے سکولوں میں جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ نہیں ہوگا یعنی عجیب سیکولرازم ہے کہ مذہب میں مداخلت کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ ہم سیکولر ہیں۔ سیکولرازم تو یہ ہے کہ آپ کسی کے مذہب میں مداخلت نہ کریں۔ مذہب کے معاملات کو انفرادی طور پر لیں۔ جو جیسے چاہتا ہے کرے، کہتے یہ ہیں کہ یہ سیکولرازم ہے لیکن عملی طور پر نہیں، مسلمانوں کو وہ لوگ زندہ رہنے کا حق دینا نہیں چاہتے، مسلمانوں کو ستاتے ہیں کہ یہ اپنا دین چھوڑ دیں، مذہب چھوڑ دیں اور اب جو کوشش ہو رہی ہے انٹرنیشنل وہ میں آپ کو بتاؤں ہم لوگ سمجھتے ہی نہیں بات کو۔

ہم یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہمارے پیچھے امریکہ لگا ہوا ہے امریکہ نہیں لگا ہوا، امریکہ تو فائدہ اٹھا رہا ہے اس کو تو ملے ہوئے ہیں دو شکاری جانور، ان کے ذریعے وہ علماء کا شکار کر رہا ہے۔ ایک طرف یہودی ہیں، ایک طرف ہندو، یہ دونوں جو ہیں یہ اس بات پر متفق ہیں کہ ہم امریکہ کے اوپر سوار ہو کر مسلمانوں کو شکار کرتے ہیں اور یوں ہم شکار بن گئے۔ مروانے والے یہ ہیں، مارنے والا بے شک امریکہ ہے۔

لیکن یہ مسلمانوں کی عادت ہے اب انہوں نے چال یہ چلی ہے کہ مسلمانوں کے دل سے جب تک قرآن کریم اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور ایمان کو نہیں نکالا جاتا اس وقت تک بات نہیں بنتی۔ اور اب یہ جتنے دنیا کے اسلامی ملک ہیں اٹھاون کے اٹھاون ملک، ہر ملک کے اوپر یہ بات ٹھونسی جا رہی ہے کہ وہ اپنے ملک کا نصاب تعلیم بدلے اور اپنا طور طریقہ بدلے اور سوچ بدلیں اور یہ کہنا بھی چھوڑ دیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب سے افضل نبی ہیں اور یہ کہنا بھی چھوڑ دیں کہ جہاد فرض ہے اور یہ کہنا بھی چھوڑ دیں کہ یہودیوں نے یہ کیا، عیسائیوں نے یہ کیا۔ یہ بالکل کسی کے خلاف یہ بھی نہ کہیں کہ بتوں کی پوجا کرنا برا ہے اور قرآن کریم میں جو باتیں ہیں ان سب کو اگر چھوڑ دیں، قرآن کریم کے بارے میں مسلمانوں کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ محفوظ کتاب ہے اس میں کوئی تحریف نہیں اور اسلام بھی محفوظ ہے اس میں کوئی تحریف اور تبدیلی نہیں کی گئی، وہ اس طریقے سے مسلمانوں کو منوانا چاہتے ہیں کہ وہ قرآن اور اپنے مذہب میں تحریف کو مان لیں یا کم از کم چپکے سے برداشت کر لیں۔ انہوں نے کہا کہ جہاد والی آیتوں کو چھوڑ دیں، ہم نے چھوڑ دیں۔ انہوں نے کہا کہ یہودیوں کے خلاف جو آیتیں ہیں، وہ بھی قرآن میں سے چھوڑ دو، وہ بھی چھوڑ دیں۔ اور فلاں چیز بھی چھوڑ دو، چلیں اب اسلام بھی چھوڑ دیں تو کیا فرق پڑتا ہے۔ اصل میں یہ اس طریقے سے ہوگا نہیں، میں آپ کو ایک بات بتا دوں کہ اسلام جو ہے اس کے متعلق علامہ اقبال

Marfat.com

نے بڑی عجیب بات کی ہے جوان کا خطبہ ہے الہ آباد کا ۱۹۳۰ء والا، اس میں انہوں نے ایک بات کہی ہے کہ ہمیشہ یہ ہوتا رہا ہے کہ اسلام نے مسلمانوں کو بچایا ہے یہ علامہ صاحب کے الفاظ ہیں۔ اس کے الٹ کبھی نہیں ہوا کہ کبھی مسلمانوں نے اسلام کو بچایا، نہیں ہمیشہ اسلام مسلمانوں کے لیے ڈھال کا کام دیتا رہا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ مسلمانوں کو اسلام کا ڈیفنس کرنا پڑا ہو۔ اللہ تعالیٰ خود کرتا ہے تو یہ ہوگا، یہاں نہیں تو وہاں کسی جگہ بھی۔ بنوامیہ کچھ نہیں کر سکے تو عباسی آگئے، عباسی کچھ نہیں کر سکے تو فاطمی آگئے، فاطمی کچھ نہیں کر سکے تو عثمانی آگئے، عثمانی کچھ نہیں کر سکے تو ایوبی آگئے، اب وہ چلے گئے سارے کے سارے ختم ہوگئے، اب کوئی اور آجائے گا۔ قرآن کریم کا یہ وعدہ ہے: **وان تتولوا یستبدل قوماً غیر کم ثم لا یکونوا امثالکم** (سورۃ محمد ﷺ) ''کہ اگر تم باز نہیں آؤ گے، تم پھر جاؤ گے دین سے تو ٹھیک ہے پھر جاؤ اللہ تعالیٰ کوئی اور قوم لے آئے گا اور پھر تمہارے جیسے وہ نہیں ہوں گے''۔ اسلام کو کوئی خطرہ نہیں ہے، خطرہ مسلمانوں کو ہے تو مسلمان اگر بچنا چاہتے ہیں تو وہ بچ سکتے ہیں۔ جتنی اپنے دین پر پختگی ہوگی، اسی قدر مسلمانوں کا ڈیفنس مضبوط ہوگا۔ ہمارا حقیقت میں ڈیفنس اسلام ہے ہمارا مورچہ اسلام ہے۔

حضرات گرامی! جو بات میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں، اب اس کی طرف آپ کی توجہ دلاتا ہوں، پچاس ساٹھ سال میں ہندو نے مسلمانوں کو مارا ہے۔ ہمارے ساتھ تین جنگیں کی ہیں اور وہ کہتے تھے کہ پاکستان کو نہیں رہنے دیں گے۔ اب ان کو یہ بات سمجھ آئی اور وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ مسلمانوں کے ساتھ لڑنا، مسلمانوں کو دعوت مبارزت دینا اپنے آپ کو مارنے اور مروانے کے مترادف بات ہے، یہ نہیں ہوسکتا۔ اب انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ مسلمانوں کو اب مارا جائے لیکن زہر سے نہیں، گولی سے نہیں، گڑ کھلا کر۔ اب وہ آپ کو گڑ کھلانے کی تیاری کر رہے ہیں۔ دوستی، پیار اور محبت، آؤ جی۔ اب ہندو جو ہیں وہ بڑے چالاک ہیں۔ وہ عبدالکلام جیسے لوگوں کو آگے لے آئے ہیں دنیا کو دھوکا دیتے ہیں کہ ہم نے مسلمان کو صدر بنایا ہوا ہے۔ ان کو نہ اسلام سے تعلق ہے اور نہ مسلمانوں سے۔ اب مشکل یہ ہوگئی ہے کہ مسلمانوں کی جو لیڈرشپ ہے، جو اوپر کے لوگ ہیں وہ اور ہیں ہم اور۔ اس صورت حال کو بدلنے کے لیے اب ضرورت یہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی کی تعلیمات پر عمل کیا جائے۔ یہ وہی بھگتی تحریک دین الٰہی ہے جو حضرت مجدد الف ثانی نے جس کے سامنے بند باندھا تھا اور اس کا رستہ روکا تھا۔ اب یہ وہی صورت حال پیدا ہورہی ہے، بہرحال ہمارا یہ کام ہے کہ ہم حضرت مجدد کی سنت پر عمل کرتے ہوئے یہ کوشش کریں کہ

نوجوانوں کی اور مسلمانوں کی جو صحیح رہنمائی ہے اس کا سامان کریں اور جس طریقے سے ان بزرگوں نے اس چیز کونا کام کیا تھا، اس کو اب نئے سرے سے واضح کرنے کی ضرورت ہے۔ جب اکبر نے اپنے دین الٰہی کا اعلان کر دیا تو ایک ہندو جرنیل سے کہا کہ تم بھی اس میں شامل ہو جاؤ تو اس نے کہا کہ جناب میں آپ کے دین الٰہی میں شامل ہونے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ یہ اکبر کو اس کا ایک جرنیل کہہ رہا ہے کہ جناب اس سے بہتر ہے کہ میں مسلمان ہو جاؤں۔ اگر آپ مجھے یہ ہندو مت چھوڑنے کا ہی کہہ رہے ہیں، تو ان کا اپنا یہ علم تھا صرف یہ مسلمان کسی طریقے سے اپنے مذہب کو، اپنے دین کو چھوڑ دیں، تو ان کو یہ فکر لگی ہوئی تھی اور یہی کوشش ہو رہی ہے کہ کسی طریقے سے مسلمانوں کا جو جذبہ ہے، رسول اللہ کی جو محبت ہے، اسلام سے جو محبت ہے اس کو مسلمانوں کے دل سے نکال دیا جائے۔ اور مسلمان جو ہیں وہ ایسی قوم ہیں، ایسی ملت ہیں کہ وہ موت سے نہیں ڈرتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اسلام سے محبت، رسول اللہ سے محبت اور قرآن سے محبت کرتے ہیں اور اللہ کے دین سے جو محبت کرنے والے ہیں ان کو یہ امیدیں ہیں کہ اللہ کے حضور میں پیش ہونا ہے اور جتنی جلد اس دنیا کی آزمائش سے نکل جائیں اور شہادت کی موت کے ساتھ نکل جائیں تو اور بہتر ہے۔ ان حالات میں میں یہ سمجھتا ہوں کہ حضرت مجدد کی جو تحریک ہے اس کو از سر نو زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق بخشے، والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب کی تقریر کے بعد اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں کے مشہور عالم سلام ''مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام'' بحضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے تین اشعار پڑھے گئے۔ اختتام پر جناب تابش صاحب نے نہایت جامع دعا مانگی۔

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب نے اپنے خطاب میں روداد حوزہ نقشبندیہ کے سو نسخے قارئین جہانِ رضا کے مطالعہ کے لیے طلب کیے تھے، میاں صاحب نے ان کی طلب سے دوگنا عطا کرنے کا اعلان کیا۔ پھر حاضرین جلسہ پر تکلف دعوت سے لذت کام و دہن حاصل کرنے کے بعد ''الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین'' پڑھتے ہوئے رخصت ہوئے۔

۲۸ اپریل ۲۰۰۱ء

آئندہ جلسے بند، ان پر اٹھنے والی رقم کتابوں کی طباعت پر خرچ کی جائے گی، میں نے تجویز دی کہ ضروری نہیں کہ ہم غیر مطبوعہ مخطوطات ہی چھاپیں بلکہ سلسلہ مجددیہ کی جو کتب آج سے اسی نوے برس پہلے چھپی تھیں، انہیں ترتیب نو سے زندہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ تجویز بھی میاں صاحب نے

Marfat.com

منظور کی۔ مجددی صاحب نے بتایا کہ ایک صاحب برطانیہ سے آئے ہیں، ان کے پاس قلعہ گوالیار پر ایک کتاب ہے (Gwaliar fort) جس میں اس قلعہ میں موجود عمارات کی تصاویر بھی دی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ ایک کتاب "طریق الارشاد" از میاں فقیر اللہ جلال آبادی ثم شکار پوری جوان کے دوسو سالہ یوم وفات کے موقع پر کابل سے ۱۳۵۹ھ ش میں شائع کی گئی، بھی دکھائی۔ میاں صاحب نے کہا کہ اس کے تین فوٹو بنوا دیے جائیں، ایک اپنے لیے، میرے لیے اور ایک راقم کے لیے۔

۶ مئی ۲۰۰۰ء

مجددی صاحب نے "لطائف المدینہ" کی عکسی نقل میاں صاحب کی موجودگی میں میرے سپرد کر دی ہے تا کہ میں اس میں واردہ آیات قرآنیہ کی تصحیح اور تخریج کر سکوں۔ یہ مخطوطہ حوزہ نقشبندیہ کی طرف سے شائع ہوگا اور اس کے آخر میں یہ فہرست ملحق کر دی جائے گی۔

آج کی مجلس میں میاں صاحب نے اپنی جیل یاترا کی بپتی بھی سنائی جس کا حوزہ کی کارروائی سے براہ راست تعلق تو نہیں البتہ اختتامی بات یہ کہ میاں صاحب کا لنگر وہاں بھی جاری رہتا، کھانا اور پھل وافر مقدار میں آتا، قیدیوں کے دن بھی پھر گئے، وہ بھی خوب کھاتے پیتے، میں نے کہا کہ میاں صاحب قیدی تو کہتے ہوں گے آپ ہمیشہ یہی رہیں تا کہ ان کی موج لگی رہے، میاں صاحب یہ سن کر مسکرا دیے۔

۱۲ جولائی ۲۰۰۰ء

پروفیسر ڈاکٹر ساجدہ علوی صاحبہ استاد تاریخ ادبیات اردو میکگل یونیورسٹی مانٹریال (کینیڈا) اپنے بھائی کی علالت کا سن کر ان کی عیادت کے لیے تشریف لائی ہوئی ہیں۔ میاں صاحب نے موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے ان کے اعزاز میں ہوٹل "حرفاان" (ریس کورس روڈ) میں ایک خصوصی دعوت کا انتظام کیا جس میں ہم تینوں بنیادی اراکین (میاں صاحب، مجددی صاحب اور راقم) کے علاوہ میاں صاحب کے خادم خاص محمد معروف (ایڈیٹر شیر ربانی ڈائجسٹ) شامل ہوئے۔ محترمہ نے میاں صاحب کے علمی کارناموں کا اعتراف کیا مگر شیر ربانی ڈائجسٹ (انگریزی) کے بعض غیر متعلقہ اور کمزور مضامین کی طرف اشارہ بھی کیا بلکہ آج وہی بولتی رہیں اور ہم سنا کیے۔ بعد میں پر تکلف کھانا پیش کیا گیا، میں نے موصوفہ کی مرتبہ کتاب "مرآت العالم، تاریخ اورنگ زیب" از محمد بختاور خاں یادگاری دستخطوں کے لیے پیش کی چنانچہ انہوں نے راقم کے لیے ستائشی کلمات کے ساتھ دستخط کر دیے۔

Marfat.com

۱۵ اکتوبر ۲۰۰۴ء

مجددی صاحب نے میاں صاحب کو تجویز پیش کی ہے کہ مجدد صاحب کے دفاع میں لکھی جانے والی کتابوں میں سے کوئی کتاب حوزہ نقشبندیہ کی جانب سے شائع کردی جائے، انہوں نے بتایا کہ نواب محمد صدیق حسن خاں (والی بھوپال) کے رد میں مولانا عبدالحیؒ فرنگی محلی نے کئی رسائل لکھے جواب رسائل مولانا عبدالحیؒ کی چھٹی جلد میں شامل ہیں۔ مولانا عبدالحیؒ صاحب نے جوانی کے عالم میں بعمر ۳۲ سال انتقال کیا اور اپنے پیچھے اپنی کثیر تصانیف کا ذخیرہ چھوڑ گئے۔ انہوں نے مزید بتایا کہ نواب محمد صدیق حسن خاں صاحب نے ان کی وفات پر ان الفاظ میں خراجِ عقیدت پیش کیا "آج دنیا سے علم اٹھ گیا"۔

ان کے علاوہ مولانا وکیل احمد سکندر پوری نے بھی نواب صاحب کے خلاف کئی کتابیں لکھیں، نواب صاحب کے دیوان (رد تقلید) جواب میں انہوں نے ایک ضخیم "دیوان حنفی" شائع کیا۔ مولانا سکندر پوری کی حضرت مجدد الف ثانی کے دفاع میں درجہ اول کی تین اہم کتابیں بھی شائع ہوچکی ہیں جو کمیاب ہیں۔

پھر مجددی صاحب نے وکیل احمد سکندر پوری کی مذکورہ تینوں کتابیں مجلد بیک جلد دکھائیں۔ ان میں سے میاں صاحب نے دو کتابوں انوار احمدیہ (فارسی) اور الکلام المنجی برد ایرادات البرزنجی (عربی) کے عکس طلب کیے تاکہ انہیں حوزہ کی جانب سے چھاپ دیا جائے، مقدمہ ان پر مجددی صاحب لکھیں گے۔

۲ نومبر ۲۰۰۴ء

آج ماہ رمضان المبارک ۱۴۲۵ ہجری کی ۱۸ تاریخ ہے اور دن منگل کا، صدر حوزہ نقشبندیہ میاں جمیل احمد صاحب نقشبندی مجددی مدظلہ العالی نے حوزہ کے حاضر باش اراکین کو حرفاان ہوٹل واقع ریس کورس روڈ چائنہ چوک لاہور میں دعوت افطار سے نوازا، اس دعوت میں جن اصحاب نے شرکت کی ان کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱- پروفیسر محمد اقبال مجددی۔
۲- سید جمیل احمد رضوی سابق چیف لائبریرین نیو کیمپس پنجاب یونیورسٹی لاہور۔
۳- چودھری محمد حنیف چیف لائبریرین نیو کیمپس پنجاب یونیورسٹی لاہور۔
۴- محمد منیر لائبریرین نیو کیمپس پنجاب یونیورسٹی لاہور۔

Marfat.com

۵-محمد شیراز فیض بھٹی ایڈووکیٹ ہائیکورٹ لاہور۔
۶-غلام رسول منیجر حرفاان ہوٹل۔
۷-پروفیسر علیم تفضیل (ڈپٹی ڈائریکٹر کالجز پنجاب لاہور)
۸-عامر لطیف ۹-فاروق الحسن۔
۱۰-فضل کریم (ریٹائرڈ صوبیدار) ۱۱-محمد مقبول آپریٹر ایس ایس پی
۱۲-محمد معروف احمد (مدیر سہ ماہی شیر ربانی ڈائجسٹ)
۱۳-محمد عمر ابن پروفیسر محمد اقبال مجددی۔
۱۴-محمد عالم مختار حق (سیکرٹری حوزہ نقشبندیہ)

تقریب افطار کے بعد ایک غیر رسمی محفل میں سید جمیل احمد رضوی صاحب نے پروفیسر محمد اقبال مجددی سے دو مخطوطوں کے بارے میں ان کی اسناڈی حیثیت کے بارے میں دریافت کیا۔ پہلا مخطوطہ "مناقب محبوبیہ" (ملفوظات خدا بخش خیر پوری) جمع کردہ قاضی محمد عاقل سجادہ نشین چاچڑاں شریف ضلع بہاولپور۔ دوسرا مخطوطہ گلزار عشاق (ملفوظات خواجہ نور محمد مہاروی) (مذکورہ مخطوطوں کی عکسی نقول پروفیسر ڈاکٹر ساجدہ علوی صاحبہ میکگل یونیورسٹی مانٹریال (کینیڈا) نے سنٹرل لائبریری بہاولپور سے حاصل کر کے رضوی صاحب کے سپرد کی تھیں)۔ مجددی صاحب نے جواباً کہا کہ اس سلسلے میں سب سے پہلے (INETRNAL EVIDENCE) یعنی اندرونی شہادت دیکھنا چاہیے کہ اس میں کن لوگوں کا ذکر ہے اور وہ کس عہد سے تعلق رکھتے ہیں۔ پھر دیکھا جائے کہ مخطوطہ کا سنہ کتابت کیا ہے اور کاتب کس دور سے تعلق رکھتا ہے انہوں نے سلسلہ چشتیہ کے ملفوظات کی اسنادی حیثیت کے بارے میں عمومی گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ اٹھارہویں صدی عیسوی میں جمع کردہ ملفوظات کے مجموعے کسی حد تک وضع وجعل سے پاک ہیں جبکہ ابتدائی دور کے اکثر ملفوظات کے مجامع غیر مستند، وضعی اور رطب ویابس کا مجموعہ ہیں۔ البتہ ملفوظات کے تین مجموعوں کو انہوں نے مستند گردانا۔

۱- فوائد الفواد (ملفوظات شیخ المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا دہلوی) مرتبہ امیر حسن علا سجزی معروف بہ خواجہ حسن دہلوی۔
۲- سیر الاولیاء (تذکرہ سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء اور ان کے خلفاء) مولفہ سید محمد مبارک علوی کرمانی المعروف بہ امیر خورد۔

Marfat.com

۴۔ خیر المجالس (ملفوظات خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی) مرتبہ حمید شاعر معروف بہ قلندر۔

مجددی صاحب نے جمیل صاحب سے کہا کہ وہ اس سلسلے میں نثار احمد فاروقی کی کتاب ''نقد ملفوظات'' پر بھی ایک نظر ڈال لیں۔ اس پس منظر میں راقم نے شیخ محمد اکرام کی آب کوثر، رودِ کوثر اور موجِ کوثر کی طرف بھی رجوع کرنے کو کہا۔

بعد کی ایک ٹیلی فونک گفتگو (مورخہ ۱۰ دسمبر ۲۰۰۲ء) میں رضوی صاحب نے میرے استفسار پر بتایا کہ مجددی صاحب کی تجویز کے مطابق جب ''مناقب محبوبیہ'' کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ مناقب محبوبیہ کے جامع قاضی محمد عاقل نہیں بلکہ خواجہ حافظ محمد عاقل ہیں (سجادہ نشین درگاہ اکرمیہ عالیہ چاچڑاں شریف بہاولپور) اور گلزار عشاق کے مؤلف بھی خواجہ حافظ محمد عاقل ہی ہیں۔

۶ نومبر ۲۰۰۲ء

میاں صاحب غریب خانہ پر تشریف لائے اور حضرت مولانا محمد امیر شاہ گیلانی یکہ توت (پشاور) کے سانحۂ ارتحال ۲۷ اکتوبر ۲۰۰۲ء پر تعزیتی پیغام ریکارڈ کرایا چونکہ یہ پیغام صدر حوزہ نقشبندیہ کی جانب سے ہے، اس لیے ہم اسے من وعن یہاں درج کر رہے ہیں۔ یہ پیغام بعد میں پندرہ روزہ ''الحسن'' پشاور کے ''مولوی جی نمبر'' (مئی تا اکتوبر ۲۰۰۲ء) میں شائع ہوا۔

باسمہ سبحانہ

محترم جناب سید غلام الحسنین قادری گیلانی صاحب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

گزارش ہے کہ آنجناب کا مکتوب نمبر ALM-106 مورخہ ۴ نومبر ۲۰۰۲ء موصول ہو کر کاشف حال ہوا۔ جناب سید محمد امیر شاہ الگیلانی کے سانحۂ ارتحال کی اندوہناک خبر پڑھ کر بڑا رنج ہوا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت پیر صاحب شیخ طریقت کے منصب پر ہی فائز نہ تھے بلکہ وہ ایک مستند عالم دین، محقق، ادیب اور مترجم بھی تھے اور ان کے علمی فیوض و برکات کی ضیا پاشیوں سے برصغیر پاک و ہند کا گوشہ گوشہ مستنیر تھا۔ انہوں نے قلم و قرطاس سے بھرپور کام لیا اور نہ صرف خود کتابیں تصنیف کیں بلکہ متعدد کتابوں کے تراجم کر کے اردو ادب میں گراں بہا اضافہ بھی کیا۔ انہوں نے ''تذکرہ حفاظ پشاور'' لکھ کر اردو میں ایک نئی طرح ڈالی۔ میری ناقص معلومات کی حد تک پاکستان کے کسی بھی شہر کے حفاظ کے اذکار اس نہج پر منضبط نہیں کیے گئے اور اس طرح انہیں علمی میدان میں ایک

Marfat.com

انفرادی حیثیت حاصل ہے۔

شاہ صاحب نے ملکی سیاسیات سے بھی بے اعتنائی نہیں برتی بلکہ تحریک ختم نبوت سے لے کر تحریک نفاذ نظام مصطفیٰ تک جو بھی اسلامی تحریکیں اٹھیں، انہوں نے بھرپور اور مثبت کردار ادا کیا۔ خاص طور پر تحریک نفاذ نظام مصطفیٰ کے سلسلے میں قائد اہل سنت جناب شاہ احمد نورانی سے ان کا تعاون مثالی رہا اور پورے صوبہ سرحد کی زمام قیادت ان کے ہاتھوں میں رہی۔

ہمارے بزرگوں سے آپ کے خانوادۂ سیادت کے نہایت قریبی مراسم رہے ہیں، اس حوالے سے شاہ صاحب کی رحلت سے ہمیں ذاتی طور پر بہت صدمہ پہنچا۔ آپ کے جد امجد آقا سکندر شاہ قادری چشتی کے زیر اہتمام آستانہ عالیہ حضرت شاہ محمد غوث پشاوری ثم لاہوری پر ہر ماہ محفل گیارہویں شریف کا انعقاد ہوتا تو اس میں شیخ المشائخ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی مجددی بھی شریک ہوا کرتے اور کئی مرتبہ آپ سے ملاقات کی خاطر میاں صاحب نے پشاور کا سفر بھی اختیار کیا اور آقا سکندر شاہ صاحب کا شرقپور شریف میں قدم رنجہ فرمانے کا ذکر آپ کے والد گرامی قدر بیان فرمایا کرتے تھے۔

راقم الحروف پر بھی مرحوم کی شفقت رہی۔ وہ جب بھی لاہور تشریف لاتے تو حضرت حکیم محمد موسیٰ امرتسری (ریلوے روڈ لاہور) کے مطب پر ضرور قدم رنجہ فرماتے۔ چونکہ راقم بھی حکیم صاحب موصوف کے قدردانوں میں شامل تھا اور اکثر ان کے پاس آمد و رفت رہتی تھی، اس لیے ان سے حکیم صاحب کے مطب پر ملاقات کے مواقع ملتے رہتے اور علمی فتوحات کے بارے میں ان سے تبادلۂ خیالات ہوا کرتا، خاص طور پر ان کتابوں کا ذکر ہوتا جو ان کے زیر تدوین یا تصنیف ہوتیں، مطبوعہ کتب ہمراہ لے کر آتے۔

راقم بسلسلۂ تبلیغ لندن گیا ہوا تھا، ایک روز پتا چلا کہ حضرت شاہ صاحب بھی بسلسلہ علاج یہاں آئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ میں اگلے روز ان کی عیادت کو گیا اور ان کی خیر خیریت دریافت کی۔ کچھ دیر ان سے صحبت رہی، سلوک و معرفت کی کچھ باتیں ہوئیں، پھر میں چلا آیا۔ اب جب کہ حضرت صاحب اس جہانِ فانی سے عالمِ جاودانی کو سدھار چکے، دعا یہی ہے کہ اللہ کریم ان کے درجات بلند فرمائے اور انہیں اپنی جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین! البتہ یہ بات اس پہلو سے خوش آئند ہے کہ ان کی رحلت رمضان المبارک کے دوسرے عشرہ میں ہوئی جو سراپا مغفرت ہی مغفرت ہے۔

Marfat.com

مغفرت دارم امید از لطف تو زانکہ خود فرمودۂ لا تقنطوا

اللہ تعالیٰ آپ کا حامی و ناصر ہو اور آپ کو والدِ مرحوم کے مشن کو زندہ رکھنے اور اس میں پیش رفت کی توفیق ارزانی فرمائے، فقط

دعا گو

میاں جمیل احمد شرقپوری

سجادہ نشین آستانہ عالیہ شیر ربانی شرق پور شریف۔

۲۶ نومبر ۲۰۰۴ء

۱۴ دسمبر ۲۰۰۴ء

یہ میٹنگ ''لطائف المدینہ'' کے ''تعارف'' کے انگریزی ترجمہ کے سلسلے میں پروفیسر محمد منور صاحب کی قیام گاہ بالمقابل مانیکا ہاؤس گلبرگ III میں بوقت عشاء منعقد ہوئی۔ اس میں تصوف کی بعض اصلاحات کے انگریزی ترجمہ میں پیش آمدہ مشکلات کے حل کے لیے غور کیا گیا۔ مجددی صاحب نے ایسے الفاظ کی ایک الگ فہرست بنانے کی پیش کش کی تا کہ ان پر غور کیا جا سکے جن الفاظ پر اتفاق رائے ہوا، وہ اس طرح ہیں:

مقدمہ، ابتدائی جائزہ	prolegomenon
قلمی نام، تخلص	Non-Deplume
مخطوطہ کا عکس	Rotograph
تقابل کرنا، تنقیدی جائزہ لینا	Collate

۱۰ فروری ۲۰۰۵ء

مجددی صاحب نے بتایا کہ حاجی عبدالکریم کوئٹہ سے کتابیں لائے ہیں، انہوں نے قیصر ہوٹل (چوک شاہ عالمی) میں ایک کمرہ نمبر ۲۱۰ دوسری منزل پر کرایہ پر لے رکھا ہے۔ ان کا رات کو ٹیلی فون آیا تھا کہ مجدد الف ثانی کے مکتوبات کا عربی ایڈیشن مترجمہ محمد مراد قازانی مطبوعہ بیروت (لبنان) آیا ہے، آ کر لے جائیں۔ چنانچہ ہمارا قافلہ قیصر ہوٹل پہنچا جہاں سے مکتوبات کے تین سیٹ میاں صاحب نے خریدے جبکہ ایک مجددی صاحب نے اور ایک میں نے خریدا۔ اس عربی ترجمے کا نام ''المکتوبات الربانیہ'' ہے جس پر مصطفیٰ حسنین عبدالہادی کے مفید حواشی و تعلیقات ہیں اور یہ ۲۰۰۴ء میں زیور طبع سے آراستہ ہوا۔

Marfat.com

۷ مارچ ۲۰۰۵ء

پروفیسر ڈاکٹر ساجدہ علوی صاحبہ میکگل یونیورسٹی (کینیڈا) سے تشریف لائی ہوئی ہیں اور شاہ جمال (اچھرہ) میں اپنے بھائی کے ہاں مقیم ہیں، میاں صاحب نے موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے ان کے اعزاز میں ہوٹل حرفا ان (ریس کورس روڈ) میں انہیں استقبالیہ دینے کا اہتمام کیا ہے چنانچہ راقم کو اپنے خادم خاص محمد معروف کے ہمراہ پہلے مجددی صاحب کو کالج سے اور پھر ساجدہ صاحبہ کو شاہ جمال سے لانے کے لیے بھیجا چنانچہ ہم نے پہلے مجددی صاحب کو کالج سے لیا اور پھر ساجدہ صاحبہ کی قیام گاہ شاہ جمال پہنچے۔ جب انہیں گاڑی میں فرنٹ سیٹ پر بیٹھنے کو کہا گیا تو انہوں نے بیٹھنے سے اس بنا پر انکار کر دیا کہ ان کی پچھلی سیٹ پر راقم بیٹھا ہوا تھا اور انہیں یہ انتظام قبول نہ تھا۔ میں نے کہا بھی کہ بزرگی کی شناخت علم سے ہے نہ کہ عمر سے، اس کے باوجود جب تک میں سکڑ کر مجددی صاحب کے ساتھ نہ لگ گیا اور اپنی سیٹ خالی نہ کر دی وہ گاڑی میں سوار نہیں ہوئیں، انہیں حفظ مراتب کا اتنا پاس ہے اور یہ بات ان کے علم و فضل پر ایک روشن دلیل ہے غالباً ان کے پیش نظر یہ مقولہ ہوگا "گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی"۔

اب تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ فرمائیے۔ یہ ۶ اپریل ۲۰۰۵ء کی صبح کا واقعہ ہے کہ میاں صاحب میرے گاؤں تشریف لائے اور ایک ارادت مند کو مجھے بلانے کے لیے بھیجا، میں حاضر ہوا دیکھا کہ آپ گاڑی کی عقبی سیٹ پر آرام فرما ہیں اور مجھے فرنٹ سیٹ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا میں "الامر فوق الادب" پر عمل کرتے ہوئے سیٹ پر بیٹھ تو گیا مگر میاں صاحب کی طرف پشت ہونے کے سبب ایک کرب میں مبتلا تھا۔ میاں صاحب نے فراست مومنانہ سے میری اس بے قراری کو بھانپ لیا اور فرمایا کہ "بہہ جاؤ اس کنڈ دی کوئی گل نئیں، دلوں کنڈ نہ کرناں" اپنے ایک نیاز مند کے لیے ایسے الفاظ کا اظہار، یہ میاں صاحب کے عجز، مسکنت اور تواضع کی تابندہ و رخشندہ مثال ہے، شیخ سعدی نے کیا خوب کہا۔

تواضع کند مرد را سرفراز   تواضع بود سروراں را طراز

ان سبق آموز واقعات کے بعد اب ہم ہوٹل حرفا ان پہنچ چکے ہیں۔ اس خوش گوار ماحول میں میاں صاحب نے ساجدہ صاحبہ کی خدمت میں (۱) لطائف المدینہ (دوسیٹ) (۲) مکتوبات مجدد الف ثانی کے انگریزی ترجمہ کا سیٹ۔ (۳) مقامات معصومی کا ایک سیٹ (چہار جلد) اور (۴) شیر ربانی ڈائجسٹ (انگریزی) کے چند شمارے تحفۃً پیش کیے۔ پھر گفت و گو کا آغاز ساجدہ

Marfat.com

صاحبہ کے اس سوال سے ہوا۔

"شیر ربانی ڈائجسٹ" کو پڑھنے والے کون لوگ ہیں اور یہ کن کے لیے نکال رہے ہیں؟

محمد معروف (ایڈیٹر): لوگوں نے اسے پسند کیا ہے رسالہ لائبریریوں میں جاتا ہے فروخت بھی ہو رہا ہے، لوگ آرٹیکل بھی بھیج رہے ہیں۔

ساجدہ صاحبہ: میرے کہنے کا مطلب ہے کس لائن کو اختیار کیا ہے؟ اردو میں تو "نور اسلام" ہے ہی۔

محمد معروف: باہر کے لوگوں کے لیے جو اردو نہیں جانتے اس میں زیادہ تر اسلام اور بزرگوں کے حالات پر مضامین شائع کیے جاتے ہیں۔ میاں صاحب نے وضاحت کی کہ پروفیسر منور حسین صاحب انگریزی پر عبور رکھتے ہیں۔ آستانہ شیر ربانی سے وابستگی ہے شیر ربانی ڈائجسٹ انہی کی معاونت سے نکل رہا ہے۔

ساجدہ صاحبہ: ایک محقق کے طور پر میں اس سے استفادہ نہیں کر سکتی۔ مجددی صاحب کے استفسار پر انہوں نے بتایا کہ لمز (L.U.M.S) میں میرا لیکچر "اردو کی اہمیت بحیثیت تحقیقی زبان کے" کے موضوع پر ہوگا۔

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ میکگل یونیورسٹی میں شعبہ اسلامیات کے بانی مبانی C. Smith ہیں انہوں نے اردو میں کتب حوالہ اور اسلامی تہذیب و ثقافت کے متعلق ہر اہم کتاب اور رسائل کا اس شعبے کی لائبریری میں ہونا لازم قرار دیا۔ ان کی نگرانی میں ایک پاکستانی متعلم عرفان خان صاحب نے رسالہ بینات کے دس سال کے شذرات پر ایک اہم مقالہ ایم اے کے لیے شعبہ علوم اسلامیہ میکگل یونیورسٹی میں لکھا ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ اس قسم کے علمی کام پاکستان میں بھی ہوں، اس شعبہ کے اور ایک پاکستانی طالب علم آصف افتخار صاحب نے غامدی اور مولانا مودودی کی بنیادی اصلاحات پر کام کیا ہے۔

اس دوران میاں صاحب گویا ہوئے کہ:

ہمارے پیش نظر اپنے بزرگوں کے عقاید کا پرچار ہے میں نور اسلام نکالتا رہا، تجربہ ہوتا گیا۔ نور اسلام میں جو مضامین چھپتے رہے ان کی مدد سے شیر ربانی نمبر نکالا مگر افسوس کہ جو لوگ آستانہ شیر ربانی سے فیض یاب ہوئے انہوں نے ساتھ نہیں دیا اور دو صفحے تک کا مضمون بھی لکھ کر نہیں دیا۔ حکیم محمد موسیٰ رحمتہ اللہ علیہ کے پاس جایا کرتا تھا، انہوں نے شیر ربانی نمبر کی تعریف کی اور فرمایا: شیر ربانی پر کچھ تو ہے نا۔ پھر حکیم صاحب نے تحریک کی کہ امام اعظم نمبر نکالیں۔ میں نے کہا کہ لکھے گا

Marfat.com

کون؟ انہوں نے حوصلہ افزائی کی ان کا ایک حلقہ تھا چنانچہ ان کے تعاون سے یہ نمبر نکلا۔ حکیم صاحب نے کہا کہ مارکیٹ میں شبلی کی سیرۃ النعمان ہے یا پھر آپ کا پرچہ۔ میاں صاحب نے بیان جاری رکھتے ہوئے بتایا کہ بازار میں لوگوں نے بلا اجازت کتابی صورت میں یہ نمبر چھاپ لیا ہے لیکن ہم نے کوئی اعتراض نہیں کیا۔ پھر حکیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تعاون سے نور اسلام کا اولیائے نقشبند نمبر دو جلد میں اور مجدد الف ثانی نمبر تین جلدوں میں نکالے۔ ظاہر ہے کہ میں اکیلا یہ کام نہیں کرسکتا تھا۔ محترمہ نے اسے میاں صاحب کی کسر نفس پر محمول کیا) اب مولانا وکیل احمد سکندر پوری کی دو کتابوں اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے دو رسالوں ور دفاع حضرت مجدد الف ثانی کے عکس حاصل ہو گئے ہیں انہیں بھی آن شاء اللہ حوزہ نقشبندیہ کی جانب سے شائع کیا جائے گا۔

ساجدہ صاحبہ: میں اپنے کام کے سلسلہ میں دہلی گئی تھی اور مولانا ابوالحسن زید فاروقی صاحب کے کتب خانہ میں محفوظ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تالیفات کے مخطوطات کی مائیکروفلم ہمدرد فاؤنڈیشن دہلی کے تعاون سے بنوائی تھی اگر آپ حوزہ نقشبندیہ کی طرف سے ان کو شائع کرنا چاہتے ہیں تو وہ مائیکروفلم میں آپ کو دے دوں گی جس پر میاں جمیل احمد صاحب نے پیش کش کی کہ ان میں سے نقشبندی سلسلہ کی کتاب ہم حوزہ نقشبندیہ کی طرف سے شائع کر دیں گے۔

ڈاکٹر ساجدہ صاحبہ: میری ایک ادنیٰ تجویز ہے۔ آپ کی خانقاہ میں علمی و روحانی باتیں ہوتی ہیں وہ ریکارڈ میں آنی چاہئیں۔ آج بظاہر ان کی اہمیت معلوم نہیں ہوتی لیکن وقت گزرنے پر لوگوں کو کچھ یاد نہیں رہے گا اور نہ ہی کوئی بتانے والا ہوگا کہ اس خانقاہ کی علمی حیثیت کیا تھی؟ آج بہت سی معروف خانقاہوں کے ماضی کے متعلق یہی معاملہ درپیش ہے۔

میاں صاحب نے جواباً فرمایا کہ اب اس دور میں ہمارے معارف لکھنے والا کون رہ گیا ہے۔ سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے میاں صاحب نے فرمایا کہ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے جہان امام ربانی مجدد الف ثانی مرتب کیا ہے انہوں نے نور اسلام کے مجدد الف ثانی نمبر کے مضامین کی مذکورہ کتاب میں شمولیت کے بارے دریافت کیا تھا میں نے بخوشی اجازت دے دی، چنانچہ انہوں نے بہت سے مضامین اس میں شامل کر لیے ہیں۔

مجددی صاحب: اس کا افتتاح ۱۰ اپریل کو کراچی میں اور ۲۴ اپریل کو لاہور میں "ایوان اقبال" میں ہوگا۔ پروفیسر مسعود احمد صاحب بذات خود تشریف لا رہے ہیں، بیان جاری رکھتے

Marfat.com

ہوئے مجددی صاحب نے بتایا کہ ان دنوں نقشبندی سلسلے کی تین اہم کتابیں چھپی ہیں۔(۱) تاریخ وتذکرہ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ کندیاں ضلع میانوالی اور (۲) تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسمٰعیل خاں)۔ یہ دونوں کتابیں محمد نذیر رانجھا کی مرتبہ ہیں (۳) ایک بگہ کی تاریخ لکھی گئی ہے۔تذکار بگویہ از ڈاکٹر صاحبزادہ انوار احمد بگوی جو ۱۶۵۰ء سے ۱۹۴۵ء تک کے دور کا احاطہ کرتی ہے۔محترمہ اس سے استفادہ کرسکتی ہیں۔ان کتابوں میں Scattered (منتشر) مواد جمع کردیا گیا ہے۔انہوں نے مزید بتایا کہ شاہ احمد سعید صاحب مجددی نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کو جہاد قرار دیا اور پھر انگریز کی پکڑ دھکڑ کے خطرہ سے حرمین الشریفین ہجرت کرگئے۔ اور اپنی خانقاہ مظہری دہلی کو اپنے خلیفہ خواجہ دوست محمد قندھاری کے سپرد کرگئے۔

دہلی کی خانقاہ مظہری سے خطی نسخے موسیٰ زئی اس لیے منتقل کیے گئے کہ حضرت شاہ احمد سعید صاحب کی جائیداد مع کتب خانہ ضبط ہونے کا اندیشہ تھا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس کے صرف وہ مخطوطات بچے جو موسیٰ زئی بھیجے گئے تھے باقی دہلی کے مدرسوں اور خانقاہ کے کتب خانے اور اب انڈیا آفس لائبریری لندن میں ذخیرہ دہلی کے نام سے جداگانہ سیکشن میں محفوظ ہیں۔

انہوں نے مزید بتایا کہ میں نے ''مقامات معصومی'' کا نسخہ وہیں سے لیا اور دوسرا نسخہ مولانا زید ابوالحسن فاروقی کے کتب خانہ سے، تیسرے نسخے کا علم مدینہ منورہ ہونے کا تھا مگر اس کے حصول میں کامیابی نہ ہوسکی۔ مجددی صاحب نے محترمہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ نمائش کتب کا آج آخری دن ہے[1]۔ایک چکر وہاں لگالیں وین گارڈ پر بہت سی کتابیں ہیں خدا بخش لائبریری پٹنہ کا کیٹلاگ ۳۶ جلدوں میں ری پرنٹ ہوگیا ہے۔وین گارڈ نے ہندوستان سے تین کروڑ کی کتابیں منگوائی ہیں، کتابوں کے کارٹنز ڈائریکٹ نمائش ہال میں آتے ہیں اور وہیں کھلتے ہیں شائقین کتب کے مناظر دیکھنے والے ہوتے ہیں کہ وہ کس طرح کتابوں پر ٹوٹے پڑتے ہیں زرمبادلہ کے نرخ پہلے دن ۵۰ پیسے فی روپیہ انڈین کرنسی میں تھے پھر ۶۹ پیسے فی روپیہ ہوگئے۔ انہوں نے مزید بتایا کہ خدا بخش لائبریری کے ڈائریکٹر ڈاکٹر امتیاز احمد صاحب بھی آئے ہوئے

[1] یہ پاکستان میں پہلی بین الاقوامی نمائش کتب ہے جو فورٹریس سٹیڈیم کے EXPO سنٹر میں ۳ مارچ سے ۷ مارچ ۲۰۰۶ء تک منعقد ہوئی۔

تھے یہ ڈاکٹر قیام الدین احمد صاحب کے بیٹے ہیں جنہوں نے ''وہابی موومنٹ'' لکھی تھی یہ ان کا PHD کا مقالہ ہے پاکستان میں اسے نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد نے عکسی صورت میں Reprint کردیا ہے، پاکستان میں ہی اس کا اردو میں ترجمہ بھی چھپ چکا ہے[1] مگر وہ بھی ختم ہے۔ محترمہ نے کہا کہ وہابی موومنٹ اب حقیقت بن گئی ہے انہوں نے پروفیسر حسن عسکری[2] سے اپنی ملاقات کا تذکرہ بھی کیا جس پر مجددی صاحب نے کہا کہ میری بھی ان سے ملاقات ہوئی مگر وہ اس وقت معذور ہو چکے تھے میں ان سے گھر ملنے گیا تھا۔ کتب خانہ خدا بخش میں میری ملاقات پاول جیکسن[3] صاحب سے ہوئی۔

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ سیدہ جعفر اور پروفیسر گیان چند جین نے ''تاریخ ادب اردو'' پانچ جلدوں میں لکھی ہے جو آغاز سے ۱۷۰۰ء تک کی تاریخ پر مشتمل ہے۔ اس دوران مجددی صاحب نے مشفق خواجہ صاحب کے انتقال (۲۱ فروری ۲۰۰۵ء) کی خبر سنائی جس پر محترمہ نے رنج وافسوس کرتے ہوئے کہا کہ ''بتیاں بجھ رہی ہیں''

میاں صاحب: سنا ہے Sufism in Soviet Union نام کی کوئی کتاب چھپی ہے۔

مجددی صاحب: جی ہاں! ایران میں اس کتاب پر تبصرے چھپے ہیں اس کی کاپی مل جائے گی۔ یہ کتاب دراصل فرانسیسی زبان میں ہے جو پیرس سے ۱۹۸۶ء میں طبع ہوئی بعد میں اس کا انگریزی ترجمہ اس نام سے چھپا تھا۔

میاں صاحب: مجھے ملک حسن علی صاحب نے بتایا کہ مکتوبات مجدد الف ثانی مولانا شمس الدین نادرہ کتب فروش (زیر مسلم مسجد) کے یہاں سے مل جاتے ہیں یہ امرتسر سے چھپے ہیں میں مولوی صاحب کی دکان پر پہنچا اور اپنا مدعا بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ

---

[1] اس کتاب کا اردو میں ترجمہ پروفیسر محمد مسلم عظیم آبادی نے کیا ہے جسے نفیس اکیڈمی کراچی نے ۱۹۷۶ء میں بار دوم شائع کیا۔

[2] پروفیسر سید حسن عسکری (ف ۲۸ نومبر ۱۹۹۰) دور وسطیٰ کی تاریخ ہند کے ماہر استاد سر جادو ناتھ سرکار کے شاگرد اور متعدد تحقیقی کتابوں کے مولف تھے ان کو دو ارمغان (بزبان انگریزی) پیش کیے گئے ایک ان کی زندگی میں دوسرا ان کی وفات کے بعد، ان کے مقالات کی اب تک سات جلدیں طبع ہو چکی ہیں۔

[3] Mr. Paul Jackson جو ایک عرصہ سے حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری پر کام کر رہے ہیں اب تک آپ کے مکتوبات وملفوظات کا انگریزی ترجمہ اور آپ کے حالات پر انگریزی میں ایک اہم کتاب بھی لکھ کر شائع کر چکے ہیں۔

Marfat.com

مکتوبات مل جائیں گے آپ کے لیے ان کا ہدیہ صرف -/۸۰ روپے ہوگا۔ چنانچہ میں نے مکتوبات خرید لیے اور ان کا مطالعہ شروع کر دیا، دوران مطالعہ عقیدے کے متعلق جو باتیں آئیں انہیں انڈر لائن کرتا گیا۔ ڈاکٹر بشیر احمد صدیقی میرا بہت خیال رکھتے ہیں ان کی وجہ سے ''ارشادات مجدد'' چھپی۔ مکتوبات کا مطالعہ میں نے اتنی بار کیا کہ بعض منتخب پیرے مجھے زبانی یاد ہو گئے۔ اور اب تک یاد ہیں اور میں لوگوں کو سناتا بھی رہتا ہوں، (پھر میاں صاحب نے ایک پیرہ سنایا بھی)۔

ملک حسن علی صاحب نے مکتوبات مجدد الف ثانی کی بعض عبارات میں قطع و برید کر کے ''تعلیمات مجددیہ'' کے نام سے ایک کتاب شائع کی جس کے جواب میں میں نے ''ارشادات مجدد'' چھاپی اس پر وقار انبالوی صاحب نے بھرپور تبصرہ شائع کیا۔ عقاید و نظریات کا تحفظ ہماری ذمہ داری ہے میاں صاحب نے بیان جاری رکھتے ہوئے کہا کہ حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وفات سے پندرہ سال پیشتر فرمایا تھا کہ آپ نے کم و بیش دو کروڑ روپیہ خرچ کر دیا۔ میں نے جواباً کہا کہ بزرگوں کے صدقے جو میسر آتا ہے خرچ کر دیتا ہوں۔ پھر میاں صاحب نے محترمہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ دعا فرمائیں کہ میرے پوتوں میں سے کوئی اس کام کے لیے تیار ہو جائے۔ برخوردار خلیل احمد کی بزرگی کو لوگ بہت مانتے ہیں یہ درویش صفت ہے۔ چودھری سردار محمد سابق آئی جی پولیس، جو اب وفات پا چکے ہیں ان کے بہت معتقد تھے، میرا ایک پوتا ولید احمد جواد (صاحبزادہ خلیل احمد صاحب کا بیٹا) ایف سی کالج میں زیر تعلیم ہے۔ اس کا خرچ ایک اماں جی نے برضا و رغبت اٹھا رکھا ہے وہ خلیل احمد کی بہت معتقد ہیں۔ ساجدہ صاحبہ نے لقمہ دیتے ہوئے کہا خدا کرے آپ کی روایات جاری رہیں۔

مجددی صاحب نے مجلس شیخ عبدالحق محدث دہلوی (لطیف آباد، حیدر آباد) کا ذکر کیا اور بتایا کہ شیخ صاحب سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہو گئے تھے۔ انہیں حضرت خواجہ باقی باللہ سے بھی خلافت تھی تفصیل ''مقامات معصومی'' کی پہلی جلد میں ہے۔

میاں صاحب: دیوبندی کہتے ہیں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ہمارے عقیدے کے تھے، آپ حاجی صاحب کا رسالہ ''فیصلہ ہفت مسئلہ'' پڑھ کر دیکھیں تمام اختلافی مسائل علم غیب، عرس کا انعقاد وغیرہ میں وہ ہمارے ہم نوا ہیں۔

سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے میاں صاحب نے انکشاف کیا کہ ''مصنف عبدالرزاق''

Marfat.com

سے انہوں نے حدیث ''اول ما خلق اللہ نوری '' ہی نکال دی ان کے پاس ذرائع ہیں اور آج کل سائنٹیفک طریقے سے تبدیلی بڑی آسان ہے۔

میاں صاحب نے کہا کہ امام ابوحنیفہ کے نام سے جو روایات بیان کی جارہی ہیں وہ معروف فقہ حنفی کے موسس امام ابوحنیفہ نہیں بلکہ کوئی دوسرے ابوحنیفہ تھے جن کی روایات کو ہمارے امام ابوحنیفہ سے ملا کر احناف کو بدنام کیا گیا۔ ڈاکٹر ساجدہ صاحبہ نے بتایا کہ اسی طرح روایات مسخ کر کے اختلافات بڑھائے گئے۔ محمد اقبال مجددی نے اسی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا کہ ہندوستان میں انگریزوں نے علماء اسلام کے مابین پھوٹ ڈالنے کے لیے ان کو بہت سرمایہ فراہم کیا جس کا ڈاکٹر ساجدہ نے اثبات کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے تو اب ان کو بھی مات کر دیا ہے۔

ڈاکٹر ساجدہ علوی صاحبہ نے کہا کہ آپ کی محفل میں جو علمی باتیں ہوتی ہیں ان کو ریکارڈ میں لانا چاہیے، میاں صاحب نے کہا کہ ایسا ہی کیا جارہا ہے اور اس وقت اس محفل کی تمام باتیں ریکارڈ کر لی گئی ہیں۔

ڈاکٹر ساجدہ علوی صاحبہ: انٹرنیٹ کے آجانے سے اردو زبان کو بہت ہی نقصان ہوا ہے، ٹیلی ویژن اور دیگر ذرائع ابلاغ اردو میں بے شمار انگریزی الفاظ استعمال کر رہے ہیں جس سے اس زبان کا مستقبل خطرہ میں محسوس ہوتا ہے انہوں نے اظہار افسوس کرتے ہوئے کہا کہ اب ''نوائے وقت'' میں بھی اس قسم کے الفاظ چھپتے ہیں کہ منتھلیاں لگی ہوئی ہیں، ڈیل ہو گیا ہے میراتھن (میراتھن) وغیرہ۔ ہمارے ملک میں علاقائی زبانیں بھی بری طرح متاثر ہو رہی ہیں میکگل یونیورسٹی میں میرے ایک ساتھی ہیں ڈاکٹر ہومر ڈینس (Dr. Homer Denice) انہوں نے حال ہی میں زبانوں کے بارے میں تحقیق کی ہے اور اپنے مقالہ میں بتایا کہ پس ماندہ ملکوں میں ہر پندرہ منٹ میں ایک زبان ختم ہو رہی ہے یعنی ان پر جدید یورپین زبانوں کی اتنی چھاپ ہو رہی ہے کہ ان زبانوں کے ختم ہونے میں اب زیادہ وقت نہیں لگے گا۔

ڈاکٹر ساجدہ صاحبہ نے مزید کہا کہ حکیم محمد موسیٰ امرتسری مرحوم کا ذخیرہ کتب پنجاب یونیورسٹی میں چلا گیا، یہ چشتیوں کے حوالے سے بہت قیمتی کولیکشن ہے۔ اسی طرح میاں جمیل احمد صاحب کا کتب خانہ بھی خانقاہ شرقپور سے پنجاب یونیورسٹی میں آگیا ہے یہ تو اصلاً ایک خانقاہ کی زینت تھا

Marfat.com

اسے تو خانقاہ میں ہی ہونا چاہیے تھا محمد اقبال مجددی نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ اب مزاج بدل گئے ہیں، خانقاہوں کے سجادگان علم سے بے بہرہ ہو چکے ہیں صاحبزادگان محض رسمی پیر ہیں انہیں علم و تحقیق سے کوئی مناسبت نہیں ہے میاں صاحب نے اپنا ذخیرہ کتب دے کر جو مثال قائم کی ہے وہ قابل تقلید ہے دیگر وہ خانقاہیں جہاں اب کتب سے استفادہ کرنے والے نہیں رہے وہاں کتب تباہ و برباد ہو رہی ہیں اسی طرح دیگر خانقاہوں کے کتب خانے بھی بڑی بڑی لائبریریوں میں منتقل ہو جائیں تو تحقیق کرنے والوں کے لیے آسانیاں پیدا ہو جائیں گی اب آپ جو تحقیقی کام "Eighteenth Century Intelectual History of Pakistan with Special reference of the Madrassah and Khanqah" کے عنوان سے کر رہی ہیں۔ جب یہ تحقیقی کتاب طبع ہوگی اور اس کا اردو ترجمہ ہو کر پاکستان کی خانقاہوں میں جائے گا تو اس سے مزید تحریک پیدا ہوگی اور اہل مدرسہ و خانقاہ اس طرف متوجہ ہوں گے چند اصحاب بھی اس کی اہمیت کو سمجھ گئے تو مثالیں بن جائیں گی۔ محترمہ نے بتایا کہ اس وقت میری تحقیقی توجہ کا مرکز پنجاب کی سلسلہ چشتیہ کی خانقاہیں ہیں حضرت خواجہ نور محمد مہاروی، خواجہ سلیمان تونسوی وغیرہ ان شاء اللہ اس کی دوسری جلد پنجاب کے نقشبندی صوفیہ پر ہوگی۔ میری تو ان پر کام کر کے آنکھیں کھل گئی ہیں کہ ان حضرات کا دعوت وارشاد اور اصلاح احوال میں کتنا اہم کردار ہے۔ اس میدان میں یورپین محققین نے دشواریوں کے باعث ہار مان لی ہے خاص طور پر کارل ارنسٹ (Carl Ernst) نے اس قسم کے موضوع[1] پر کام کرتے ہوئے پنجاب پر اس طرح کی تحقیق کو ناقابل عمل بتایا ہے۔

مذاکرہ کے اختتام پر پرتکلف کھانا مع فواکہات پیش کیا گیا، فراغت کے بعد میاں صاحب نے محترمہ کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے اپنی مصروفیت میں سے قیمتی وقت نکالا جس پر محترمہ نے کہا یہ تو میری عزت افزائی ہے بلکہ یہ بھی چھوٹا لفظ ہے میں کھل کر بات کر لیتی ہوں، کوئی غلطی ہوگئی ہو تو معاف کیجیے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و تندرستی دے۔ میرے لیے دعا فرمائیں۔ میاں صاحب نے کہا کہ مجھے بیماریوں نے گھیر رکھا ہے، رفع حاجت وغیرہ کے لیے کموڈ کا محتاج ہوں، نماز بھی کرسی پر بیٹھ کر ادا کرتا ہوں۔

1-Ernst, C.W: Eternal garden (Mysticisn, History, and Politics at a Seuth Arian Sufi Centre Khuldabad) State University of New York press 2002

Marfat.com

مجددی صاحب: واپسی کب ہے؟ حوزہ نقشبندیہ کے لیے اپنی رائے ضرور لکھ بھیجیں۔
محترمہ : ۱۸ مارچ کو روانگی ہے موقع ملا تو پھر سہی۔

خدا حافظ

۲۹ مارچ ۲۰۰۵ء

یہ میٹنگ ہوٹل حرفاان (ریس کورس روڈ) میں ہوئی، روداد حوزہ کے علاوہ انگریزی رسالہ شیر ربانی ڈائجسٹ کی طباعت اور اس کے بازاری سائز (Time) کے مطابق چھاپنے پر اتفاق کیا گیا۔ میاں صاحب نے محمد امین شرقپوری (متوفی ۶۷-۰۶-۲۹) مدیر "شمع" کا سارا لائف کیریئر بیان کیا جس کی تفصیل یہاں لاحاصل ہے۔ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری کی سوانح عمری بھی انہوں نے چھپوائی تھی اور انہی کی ترغیب سے "نور اسلام" کا اجراء ہوا تھا اور پھر ان کی خدمات پر بھی روشنی ڈالی۔

۱۲ اپریل ۲۰۰۵ء

روداد کے متعلق مجددی صاحب کی تجویز تھی کہ اسے ہلکے کاغذ پر ۲۵۰ کی تعداد میں چھاپا جائے جبکہ میری تجویز ۵۰۰ کی تھی اور میاں صاحب کی اس سے دگنی (چنانچہ یہ ایک ہزار کی تعداد میں ہی چھپی) مجددی صاحب کا موقف یہ تھا کہ روداد پر اتنا خرچ کرنے کے بجائے یہ رقم کسی علمی کتاب کے چھپنے پر صرف کی جائے۔ مجددی صاحب حوزہ کی جانب سے جو مخطوطہ چھاپنا چاہتے ہیں یہ منحصر بہ فرد نسخہ ہے اور عربی زبان میں ہے جسے خواجہ محمد سعید کے صاحبزادہ عبدالاحد وحدت نے سولہ سال کی عمر میں تصنیف کیا، پھر انہوں نے خاندان مجددیہ کے سفر حرمین شریفین پر روانگی اور بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے لیے کامیابی کی دعا وغیرہ کا ذکر کیا جس کا تذکرہ "مقامات معصومی" کے دیباچہ میں بھی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ خواجہ محمد معصوم پر دو کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ۱- حسنات الحرمین جس کا اردو ترجمہ میں چھاپ چکے ہیں (مکتبہ سراجیہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف ڈیرہ اسماعیل خاں ۱۹۸۱ء) یہ کتاب عربی میں تھی جو نایاب ہے البتہ اس کے فارسی میں تراجم ملتے ہیں۔ دوسری کتاب حوزہ کی جانب سے پہلی مرتبہ چھپے گی یہ بھی عربی میں ہے جس کا آج تک نہ فارسی میں اور نہ ہی اردو میں ترجمہ ہوا۔ (یہ کتاب ہے لطائف المدینہ)

۱۱ مئی ۲۰۰۵ء

مجددی صاحب نے ترکی سے موصولہ نجدت طوسون کی ترکی زبان میں مجدد صاحب پر لکھی گئی کتاب دکھائی جس میں "مقامات معصومی" کے حوالے بھی آ گئے ہیں، یہ لوگ اتنے باخبر ہیں۔

Marfat.com

﴿ضمیمہ ا﴾

حوزہ نقشبندیہ کی مطبوعات روداد حوزہ نقشبندیہ اور لطائف المدینہ پر اہل علم کے تاثرات

۱-شاہ انجم بخاری مدیر الصداق (مجلس شیخ عبدالحق محدث دہلوی لطیف آباد حیدر آباد سندھ) جناب محمد عالم مختار حق زید مجدہ حوزہ نقشبندیہ کی کارروائیوں کو خوب ضبط تحریر میں لائے ہیں پڑھ کر بہت ہی لطف آیا اور آگاہی حاصل ہوئی۔ لطائف المدینہ کے مقدمہ، حواشی وتعلیقات میں جس درجہ تحقیق وجستجو سے کام لیا گیا ہے وہ اہل نظر سے پوشیدہ نہیں، کتابیات سے فیض رسانی کا سامان مہیا ہوتا ہے۔

۲-معین الدین عقیل شعبۂ اردو جامعہ کراچی۔

عبدالاحد وحدت کی لطائف المدینہ آپ نے مقدمہ میں کمال محنت کا ثبوت دیا ہے جو آپ کا وصف ہے۔ روداد حوزہ نقشبندیہ بہت معلوماتی ہے کئی باتیں اس سے پتا چلیں جسے مستقل جاری رکھنے کی کوشش کیجیے۔

۳-راجہ نور محمد نظامی (ڈائریکٹر ارکیالوجیکل، ہسٹاریکل اینڈ کلچرل اکیڈمی بھوئی گاڑ حسن ابدال اٹک) یہ آپ کا حضرات کرام نقشبندیہ مجددیہ سے عشق ومحبت ہے کہ آپ ان کی نادر ونایاب تالیفات کو منظر عام پر لا کر ایک بہت بڑی خدمت اپنے سلسلہ کی فرما رہے ہیں۔

۴-محبوب احمد بھٹی کروڑ لعل عیسن ضلع لیہ

اپنے مکتوبات میں اور باتوں کے علاوہ ملفوظات خواجہ بہاء الدین نقشبند کے دو مخطوطات کی نشاندہی کی ہے جو سندھ یونیورسٹی جام شورو حیدر آباد میں موجود ہیں۔ پہلا مجموعہ ملفوظات مولانا علاء الدین غجدوانی کا جبکہ دوسرا محمد ابن محمود بخاری کا مرتبہ ہے۔

۵-نجدت طوسون پروفیسر شعبہ الٰہیات مرمرا یونیورسٹی استنبول ترکی (بزبان انگریزی) بنام مجددی صاحب۔

مکتوب الیہ نے مقامات معصومی کو مطالعہ نقشبندیت کے لیے ایک اہم ماخذ قرار دیا ہے انہوں نے ''ابن عربی سوسائٹی آف یوکے'' کی طرز پر ایک ''نقشبندی سوسائٹی'' کی تجویز پیش کی ہے جس کے سربراہ پروفیسر محمد اقبال مجددی اور حامد الگر ہو سکتے ہیں۔

(یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ نجدت طوسون نے حضرت مجدد الف ثانی کی تین

Marfat.com

کتابوں (۱) معارف لدنیہ۔ (۲) مکاشفات غیبیہ اور (۳) مبداء و معاد کا ترکی میں ترجمہ کیا ہے جو چھپ گیا ہے)

٦- یہ تاش مرزا کا مکتوب ہے جو تاشقند از بکستان سے میاں صاحب کے نام لکھا گیا ہے یہ چونکہ ایک اہم مکتوب ہے اس لیے اسے من وعن شائع کیا جا رہا ہے۔ میاں صاحب کا جوابی مکتوب بھی جو اہم نکات پر مشتمل ہے مذکورہ مکتوب کے بعد اسے بھی شریک اشاعت کیا جا رہا ہے۔

Marfat.com

محترمی میاں جمیل احمد صاحب!

آداب!

کچھ دن ہوئے آپ کا نوازش نامہ مل گیا۔اسے پڑھ کر خوشی ہوئی کہ حوزہ نقشبندیہ نے ایک نیک سرگرمی کا آغاز کیا ہے۔ازبکستان میں متعلقہ موضوع پر کافی کام ہو چکا ہے اور آج کل بھی کیا جارہا ہے۔اس سلسلہ میں آپ سے رابطہ قائم کرنے کی آرزو ہوئی، اپنا تعارف کرار ہا ہوں۔میں تاشقند میں اردو زبان پڑھ کر یہیں مشرقیاتی انسٹی ٹیوٹ میں اس زبان کو مدتوں سے پڑھا رہا ہوں۔میں خود تصوف کی تعلیمات سے بے بہرہ ہوں، لیکن چاہتا ہوں کہ ایک پل کی حیثیت سے آپ کے ادارے اور ازبیک عالموں کو ملا دوں تا کہ بعد میں آپ کے مابین تعلقات براہ راست ہوتے رہیں۔فی الحال میرا ایک شاگرد جو آج کل اردو سیکھ رہا ہے اس موضوع سے دلچسپی لینے لگا ہے اور آگے چل کر نقشبندیہ سے متعلق کسی قلمی نسخہ یا اس کے اور پہلو پر تحقیقی کام کرنا چاہتا ہے، اگر ہو سکے تو آپ کے پاس موجود مخطوطات کی فہرست روانہ کر دیں، بعد میں ہم بھی یہاں ہوئے کام سے متعلق معلومات فراہم کریں گے۔

آپ کا تاش مرزا

رابطہ کے لیے گھر کا پتہ حسب ذیل ہے

Tashmirza Khalmirzaev

Hamza District, Donishmand

Str H #38 P.O 700116 Tashkent, Uz bekistan.

Tel (998-97) 981698 /e-mail: adilmirza@yahoo.com

Marfat.com

باسمہ سبحانہ

بخدمت جناب تاش مرزا صاحب سلمہٗ

السلام علیکم!

آپ کا خط ملا شکریہ، حوزہ نقشبندیہ کے علمی و تحقیقی پروگرام سے دلچسپی کے اظہار کا بھی شکریہ۔

ہم نقشبندی سلسلہ کے نادر مخطوطات کی اشاعت کا منصوبہ لیے ہوئے ہیں کئی اہم مخطوطات پر تحقیق و تعلیق کا کام زیرِ نظر ہے۔ چند روز میں اس سلسلہ کا پہلا خطی نسخہ لطائف المدینہ (احوال حضرت خواجہ محمد سعید سرہندیؒ) طبع ہونے والا ہے۔

اہل تحقیق کی راہنمائی کے لیے ہمارا ادارہ سلسلہ نقشبندیہ کے اصل ماخذ اور مخطوطات کی ایک فہرست مرتب کرنے کے منصوبہ پر غور کر رہا ہے۔ ابھی اس پر کام شروع نہیں ہوا جونہی پایۂ تکمیل کو پہنچا آپ کو اس کی ایک نقل ارسال کر دی جائے گی۔

ہمارے ادارہ کو اس امر سے بہت دلچسپی ہے کہ گزشتہ چند سالوں میں سنٹرل ایشیا میں نقشبندی سلسلہ پر کیا اور کتنا تحقیقی کام ہوا ہے نہ تو ہمارے پاس اس کے جاننے کے کوئی ذرائع ہیں اور نہ ہی ان کو حاصل کرنے کے لیے ہمیں کوئی معلومات ہیں، ہم نے حوزہ نقشبندیہ کی اولین روداد میں اس امر کی طرف اشارہ بھی کیا ہے۔

ہمارے ادارہ کے ایک رکن محمد اقبال مجددی نے حضرت خواجہ محمد معصوم نقشبندی سرہندی کے احوال و تعلیمات و تحریک احیاء دین کے موضوع پر ایک اہم مخطوطہ مقامات معصومی (فارسی) ایڈٹ کیا ہے جو (۲۰۰۵ء) کو چار ضخیم مجلدات میں شائع ہو گیا ہے۔ اس کی چوتھی جلد میں اس سلسلہ کی ایک مفصل ببلیو گرافی موجود ہے جو آپ کی رہنمائی کے لیے مفید ہو سکتی ہے جس کی نقل آپ کو بھیجی جا رہی ہے۔

آپ مہربانی فرما کر اوزبک محققین و علماء سے ہمارا تعارف کروا دیں اور ان سے براہ راست مراسلت کا سلسلہ شروع کروا دیجیے، جس کے لیے ہمارا ادارہ آپ کا شکر گزار رہے گا اور آپ کی اس نیکی کا ہمارے ادارہ کی دوسری روداد میں تذکرہ کیا جائے گا۔

میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی

Marfat.com

﴿ضمیمہ ب﴾

حوزہ نقشبندیہ

باسمہ سبحانہ تاریخ:۸-۴-۲۰۰۴

گرامی قدر جناب ڈاکٹر شیر محمد زمان صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مورخہ ۲۴ مارچ ۲۰۰۴ء کے روزنامہ "جنگ" لاہور میں یہ خوش کن خبر نظر نواز ہوئی کہ آں جناب کو حکومت پاکستان نے یوم جمہوریہ کی تقریب کے باوقار موقع پر آپ کی علمی خدمات کے اعتراف میں "ستارہ امتیاز" کے اعزاز سے نوازا ہے۔ صدر حوزہ نقشبندیہ میاں جمیل احمد صاحب کی طرف سے بالخصوص اور دیگر جملہ اراکین ووابستگان حوزہ کی طرف سے بالعموم آپ کو اس فضیلت پر ہدیہ تبریک پیش کیا جاتا ہے۔

محمد عالم مختار حق
(سیکرٹری حوزہ نقشبندیہ)

ڈاکٹر شیر محمد زمان صاحب (ستارہ امتیاز)
چیئر مین اسلامی نظریاتی کونسل حکومت پاکستان اسلام آباد

Marfat.com

باسمہ سبحانہ

جنابِ محترم مدیر صاحب المظہر

ماہر رضویات، مسعود ملت، جناب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب مظہری مدظلہ العالی ایک طویل عرصے سے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی بارگاہ عالیہ میں ان کے شایانِ ایک یادگار ارمغانِ علمی پیش کرنے کے لیے اپنے شب و روز وقف کیے ہوئے ہیں۔ ان کا یہ ارمغانِ محبت و عقیدت سات ضخیم جلدوں پر محیط ہے اور اب بتائید ایزدی طباعت کے مراحل تیزی سے طے کر رہا ہے۔ راقم کے نام موصوف کے ایک حالیہ مکتوب گرامی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی طباعت سال نو ۲۰۰۵ء کے ماہ مارچ تک پایہ تکمیل کو پہنچ جائے گی اور ۱۰ اپریل کو کراچی میں اس سلسلے میں ایک محفل تشکر کے انعقاد کا اہتمام کیا گیا ہے۔

ہم جناب مسعود ملت کی خدمت عالیہ میں بصمیم قلب حوزہ نقشبندیہ کی طرف سے پیشگی ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے انہیں اس علمی کام کی تکمیل کی سعادت سے نوازا۔ موصوف خلق خدا کی ہدایت و رہنمائی کے لیے روحانی طور پر جو فریضہ انجام دے رہے ہیں انہیں زندہ و تابندہ رکھنے کے لیے یہی کیا کم تھا کہ انہوں نے ایک ایسا معرکہ سر کیا جو رہتی دنیا تک ان سے یادگار رہے گا اور ان کی یاد کی شمع دلوں میں ہمیشہ فروزاں رہے گی۔

یلوح الخط فی القرطاس دھراً وکاتبہ رمیم فی التراب

تحدیث نعمت کے طور پر عرض کیا جاتا ہے کہ راقم نے بھی اس کار خیر میں حروف چینی کے حوالے سے حصہ لیا۔ خدا تعالیٰ شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین بجاہ نبی الکریم الامین۔

فقط

محمد عالم مختار حق

(سیکرٹری حوزہ نقشبندیہ لاہور)

(یہ مکتوب بعد میں ماہنامہ المظہر کراچی کے اپریل ۲۰۰۵ء کے شمارہ میں شائع ہوا)۔

Marfat.com

Proceeding of

HOUZA-I-NAQSHBANDIAH

2004-2005 A.D.

Compiled by

Muhammad Alim Mukhtar-e-Haque
Secretary Houza-i-Naqshbandiah

Published by

Houza-i-Naqshbandiah Kashana-e-Sher-e-Rabbani
House # 5, Ajmari Street, Hajvari Muhallah
Darbar Data Ganj Bukhsh Lahore.